رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۳۵

إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۔ عَسٰى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا

تار کا پتہ الفضل قادیان

رجسٹرڈ ایل ۳۵

خطبہ نمبر

روزنامہ الفضل قادیان

ایڈیٹر: غلام نبی

The DAILY ALFAZL QADIAN

قیمت فی پرچہ ایک آنہ

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند ۱۵

قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند ۱۸

جلد ۲۴	مورخہ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ	یوم یکشنبہ	مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۳۶ء	نمبر ۱۷

مدینۃ المسیح

قادیان ۱۷ جولائی ۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے دھرم سالہ سے تشریف نہ لانے پر حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب مقامی امیر نے نماز جمعہ پڑھائی۔

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں خدا تعالیٰ کے فضل سے خیر وعافیت ہے۔

افسوس کہ سید عزیز الرحمٰن صاحب مہاجر بریلوی آج بعمر ۷۵ سال فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور مرحوم بہشتی مقبرہ میں دفن کئے گئے۔ مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں سے تھے۔ احباب دعائے مغفرت کریں۔

آج ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب موگا نے بعد نماز عصر بورڈنگ مدرسہ احمدیہ میں طلباء کے سامنے تقریر کی جس میں طلباء کو مفید نصائح کیں۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

دنیوی مصائب میں حضرت ایوب کی طرح صبر کرو

"دنیا مقام مصائب وشدائد ہے ایک حدیث صحیح میں ہے۔ کہ جس پر کوئی بھی مصیبت نازل نہیں ہوئی اس کا نجات پانا بہت مشکل ہے۔ اگرچہ پیغمبر زادہ ہو۔ اور ایک حدیث میں ہے۔ کہ قیامت کے دن جب مصیبت زدوں کو اجر دیئے جائیں گے۔ تو لوگ حسرت کرینگے۔ کہ کاش ہمارے بدن دنیا میں مقراضوں سے کاٹے جاتے۔ تاہم آج اس کا اجر پاتے۔ اور ایک حدیث میں آیا ہے۔ کہ جس مومن کے دل پر کسی کی موت کا داغ ہو۔ اور اس نے صبر کیا ہو۔ تو خدا تعالیٰ اُسے دو اجر دیگا۔ ایک دنیا میں اور ایک آخرت میں۔ غرض مومن کو مصائب سے چارہ نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ جس مومن سے پیار کرتا ہے۔ اس کو کسی مصیبت میں مبتلا کرتا ہے۔" سو مومن کو مرد میدان بنکر اس دار فانی سے تلخیاں و ترشیاں سب اٹھانی چاہئیں۔ ہمارا وجود انبیاء علیہم السلام اور اماموں سے کچھ انوکھا نہیں۔ بلکہ اصل بات تو یہ ہے۔ کہ لذت وانس وشوق وراحت طلب الٰہی میں تب ہی محسوس ہوتی ہیں۔ کہ جب حضرت ایوب کی طرح مصیبتوں پر صابر ہو کر یہ کہیں کہ میں ننگا آیا۔ اور ننگا ہی جاؤں گا۔

اعلان برائے ملازمت دفاتر صدر انجمن احمدیہ قادیان

صدر انجمن احمدیہ کے دفاتر کے لئے امیدواروں کی ضرورت ہے۔ جو امیدوار حسب ذیل شرائط پوری کرتے ہوں۔ وہ ذیل کا فارم پُر کرکے امیدواری کی درخواست مع تمام سارٹیفکیٹ وغیرہ کی مصدقہ نقل کے اپنی عرضیاں ۲۱ جولائی ۱۹۳۶ء تک سپرنٹنڈنٹ صاحب دفاتر صدر انجمن احمدیہ قادیان کے پاس بھجوادیں۔ اور نوٹ غور سے مطالعہ کرلیں۔ (خاکسار۔ غلام محمد اختر سیکرٹری تحقیقاتی کمیشن از لاہور)

فارم درخواست امیدواری

	نام و ولدیت درخواست کنندہ	۴	امتحان جو پاس کئے ہیں۔ معہ سنہ
۱	تاریخ بیعت	۵	خلاصہ سندات و سفارشات
۲	تاریخ پیدائش	۶	صحت
۳	امیدوار کے خاندان کی خدمات سلسلہ	۷	کوئی اور قابل ذکر امر

شرائط ۱۔ احمدی ہونا لازمی ہے۔ ۲۔ عمر ۱۸ سال سے ۲۸ سال ہو۔ ۳۔ مقامی جماعت کے امیر یا پریذیڈنٹ کی خدمات کے متعلق تصدیق کرائی جائے۔ ۴۔ میٹرک یا اس سے اوپر مولوی فاضل جامعہ احمدیہ یا اس سے اوپر تک تعلیم لازمی ہے۔ ۵۔ مقامی جماعت کے امیر یا پریذیڈنٹ کی سفارش کا ہونا لازمی ہے۔ اس کے علاوہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی خاص ہستیوں کی سفارشی چٹھیاں لگائی جاسکتی ہیں۔ ۶۔ کسی ڈاکٹر یا حکیم ورنہ جماعت کے امیر یا پریذیڈنٹ کی طرف سے سارٹیفکیٹ لگایا جاسکتا ہے۔ ۷۔ شرط ۴ کے علاوہ کوئی اور سارٹیفکیٹ وغیرہ لگائے جاسکتے ہیں۔

نوٹ:۔ ۱۔ تمام وہ درخواستیں جو کسی امیدوار نے کسی دفتری ملازمت کیلئے کسی صدر انجمن احمدیہ کے دفتر میں بھیجی ہوں۔ وہ اس اعلان کے ذریعہ منسوخ قرار دی جاتی ہیں۔ اور ہر امیدوار کو اب نئی درخواست مندرجہ بالا فارم پر شرائط کے مطابق کرنی ہوگی۔

۲۔ اسامیاں فی الحال عارضی ہونگی۔ اور تنخواہ کم از کم ۲۰ روپیہ ماہوار دیجائیگی۔ لیکن آئندہ مستقل اسامیاں پُر کرتے وقت تجربہ کار عارضی ملازمین کو ترجیح دی جائے گی۔

۳۔ جن امیدواروں کی درخواستیں تحقیقاتی کمیشن منظور کریگا۔ ان درخواست کنندگان کو تاریخ انتخاب سے اطلاع کردی جائے گی

۴۔ کمیشن کے کسی ممبر کو سفارش کے ذریعہ سے زیر اثر لانے کی سعی کرنا امیدوار کی کامیابی میں منافی ہوگا۔

قادیان میں ہجرت کرکے آنیوالوں کے لئے ضروری اعلان

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کا فیصلہ ہے۔ کہ باہر کی جماعتوں میں سے کوئی احمدی دوست بلا اجازت مرکز ہجرت کی غرض سے قادیان نہ آئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مقامی جماعتوں نے حضور کی اس ہدایت کی اشاعت پورے طور پر نہیں کی۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی۔ کہ بہت سے دوست بغیر اجازت مختلف جگہوں سے مرکز میں ہجرت کرکے آتے۔

اب اس اعلان کے ذریعہ عہدیداران جماعت کو تاکید کی جاتی ہے۔ کہ حضور کی اس ہدایت کی پورے طور پر اشاعت کریں۔ کہ کوئی دوست بغیر مقامی عہدہ داران کی وساطت کے مرکز سے اجازت حاصل کرنے سے پہلے قادیان میں ہجرت نہ کرے۔

(ناظر امور عامہ قادیان)

قبرستان کے متعلق احرار کی فتنہ انگیزی کے مقدمہ کی سماعت

(از رپورٹر الفضل)

بٹالہ ۱۷ جولائی ۱۹۳۶ء۔ ۱۶ جون ۱۹۳۶ء کو احراریوں کی طرف سے قدیم قبرستان میں جو فتنہ انگیزی کی گئی۔ اس کے سلسلہ میں پولیس نے جن انیس احمدیوں کا چالان کر رکھا ہے آج اس مقدمہ کی پیشی ہوئی۔ جناب شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ ہائیکورٹ۔ جناب مرزا عبد الحق صاحب پلیڈر۔ جناب شیخ ارشد علی صاحب پلیڈر۔ جناب دیوان رتن سنگھ صاحب پلیڈر ملزمین کی طرف سے موجود تھے۔ مگر چونکہ سوا چار بج چکے تھے۔ اس لئے آج کوئی کارروائی نہ ہوسکی۔

بعض ملزمان کی طرف سے درخواست دی گئی۔ کہ چونکہ مقدمہ نہایت اہم ہے۔ اور ان کے خلاف نہایت سنگین جرم عائد کیا گیا ہے۔ اور انہوں نے لاہور سے ایڈووکیٹ کی خدمات حاصل کی ہیں۔ جو بیانات گواہان استغاثہ کی مصدقہ نقول کے بغیر ملزمان کی طرف سے جرح کرنے سے قاصر ہیں۔ اس لئے مقدمہ ایک ہفتہ کے لئے اغراض انصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے ملتوی کیا جائے۔ لیکن عدالت نے التواء کی درخواست نامنظور کردی۔

بعض ملزمان کی طرف سے جناب مرزا عبد الحق صاحب پلیڈر پیش تھے۔ انہوں نے عدالت کی خدمت میں یہ عذر پیش کیا۔ کہ کل گورداسپور کی ایک عدالت میں ان کا ایک نہایت اہم مقدمہ ہے۔ جس میں قریب ایک لاکھ کی جائیداد زیر تنازعہ ہے۔ شہادت گواہان پیش ہونی ہے۔ اور وہ آنے سے معذور ہیں۔ لیکن عدالت نے اس معذوری کو بھی قبول نہ کیا۔ اور مقدمہ کل پر ملتوی کردیا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الفضل

قادیان دارالامان مورخہ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ

خطبہ جمعہ

اصلاحِ اعمال کیلئے تین چیزوں کی ضرورت

(۱) قوّتِ ارادی (۲) صحیح اور پورا علم (۳) قوّتِ عملی

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۱۰ - جولائی ۱۹۳۶ء

سُورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا
وُہ مضمون جس کے متعلق گزشتہ کئی ہفتوں سے مَیں خطبات دیتا آ رہا ہوں - سوائے دو خُطبوں کے کہ جن میں تھوڑے دنوں کے لئے اُس مضمون کو بند کر دیا گیا تھا - آج میں پھر شروع کرتا ہوں
مضمون یہ ہے - کہ احمدیت کو جہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے عقائد کی اشاعت میں اس قدر

عظیم الشان فتح

حاصل ہوئی ہے - کہ ہماری جماعت کے دشمن بھی وُہی عقائد رکھنے لگ گئے ہیں - جو ہمارے ہیں - اور جن پر کسی زمانہ میں وُہ کفر کے فتوے لگایا کرتے تھے - وہاں اعمال کی اصلاح میں ابھی تک ہماری جماعت کو کامیابی حاصل نہیں ہُوئی - اور نہ صرف یہ کہ دشمنوں کو ہم ابھی تک اپنا ہمرنگ نہیں بنا سکے بلکہ بعض احمدی بھی ایسے پائے جاتے ہیں جو دُشمنوں کے رنگ میں رنگین ہیں اور ان پر

احمدیت کا رنگ

ابھی تک نہیں چڑھا - باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے - صِبۡغَۃَ اللّٰہِ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبۡغَۃً - یعنی اللہ تعالیٰ کے رنگ سے بہتر اور کونسا رنگ ہے - جس سے انسان اپنے آپ کو رنگے - پھر بھی ہماری جماعت نے ابھی تک وُہ رنگ اختیار نہیں کیا - جس کے بغیر

خدا تعالیٰ کا قرب

اور اس کی محبت انسان کو حاصل نہیں ہو سکتی - میں نے اس نقص کے وجوہ بیان کرتے ہُوئے بتایا تھا - کہ انسان میں ایک قوتِ مؤثرہ ہوتی ہے - اور ایک قوتِ متاثرہ ہوتی ہے - اور پھر ان دونوں قوتوں کے معاون ہوتے ہیں - اور کامیابی کے لئے صرف قوتِ مؤثرہ کا ہونا ضروری نہیں بلکہ قوتِ متاثرہ کا اس کے مطابق ہونا بھی ضروری ہے - اگر قوتِ متاثرہ اس حد تک نہ ہو جس حد تک قوتِ مؤثرہ ہو - تب بھی نتائج اطمینان بخش نہیں نکل سکتے - اور اگر قوتِ مؤثرہ اُس حد تک نہ ہو جس حد تک قوتِ متاثرہ ہو - تب بھی نتائج انسان کی امید کے مطابق نہیں نکل سکتے - میں نے بتایا تھا کہ قوتِ مؤثرہ جو قومی دماغ کی حیثیت رکھتی ہے جب کوئی بات عمل میں لانا چاہتی ہے - تو انسان کی قوتِ ارادی کو حرکت میں لاتی ہے - اس کے بعد خدا تعالیٰ نے انسان میں ایک مادہ رکھا ہُوا ہے - جو قوتِ ارادی کی بات کو مانتا اور اُسے تسلیم کرتا ہے - جسے عبُودیت بھی کہتے ہیں - اگر

عبُودیّت کا مادہ

انسان میں نہ ہو - تو قوتِ ارادی کی موجودگی کوئی فائدہ نہیں دے سکتی - جیسے بعض ہاتھ مفلوج ہوتے ہیں - دماغ حکم دیتا ہے - کہ ہلو مگر وُہ نہیں ہل سکتے - بعض پاؤں مفلوج ہوتے ہیں - دماغ حکم دیتا ہے - کہ چلو - مگر وہ نہیں چلتے - بعض زبانیں مفلوج ہوتی ہیں - دماغ حکم دیتا ہے - کہ بولو - مگر وُہ نہیں بولتیں اسی طرح بعض آنکھیں مفلوج ہوتی ہیں - دماغ حکم دیتا ہے - کہ دیکھو - مگر وُہ نہیں دیکھ سکتیں - تو اگر قوتِ متاثرہ موجود نہ ہو یا بہت ہی کمزور ہو - تو اس وقت قوتِ مؤثرہ بیکار اور معطل ہو جاتی ہے - اور اگر قوتِ مؤثرہ بیکار اور معطل ہو - تو قوتِ متاثرہ کو چونکہ حکم دینے والا کوئی نہیں رہتا - اس لئے وہ جس طرح چاہتی ہے - کام کرتی جاتی ہے - اور اس وجہ سے ان کاموں کے مفید نتائج نہیں نکلتے - جیسے ہر گھر میں ماں باپ بچوں پر حکومت کرتے ہیں - اب اگر بچے اپنے ماں باپ کے حکموں کو نہ مانیں تب بھی گھر کا امن قائم نہیں رہ سکتا - اور اگر ماں باپ میں عقل نہ ہو - اور وُہ بچوں کی صحیح تربیت اور ان کی نگرانی نہ کر سکیں - تب بھی امن نہیں رہ سکتا - تو

اصلاحِ اعمال کے لئے

دونوں قوتوں کا درست ہونا ضروری ہوتا ہے - اور میں نے بتایا تھا - کہ ہماری قوتِ مؤثرہ میں کوئی نقص نہیں - اور اگر کسی کی قوتِ مؤثرہ میں کوئی نقص ہے - تو بہت ہی کم ہے - ورنہ ارادہ کے طور پر ہماری جماعت کے تمام افراد چاہتے ہیں کہ انہیں

تقوےٰ اور طہارت

حاصل ہو - وُہ اسلامی احکام کی اشاعت کر سکیں

اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کا قرب حاصل کر سکیں۔ پس ہماری قوتِ ارادی تو مضبوط اور طاقتور ہے۔ پھر بھی نتائج صحیح نہیں نکلتے۔ تو یقیناً دو باتوں میں سے ایک ضرور ہے۔ یا تو یہ کہ عمل کے لئے جتنی قوتِ ارادی چاہیئے۔ اتنی ہمارے اندر نہیں لیکن عقیدہ کی اصلاح کے لئے جتنی قوتِ ارادی کی ضرورت تھی۔ وہ ہم میں موجود تھی۔ اس وجہ سے عقائد کی اصلاح ہو گئی۔ لیکن عملی اصلاح کے لئے چونکہ زیادہ قوتِ ارادی کی ضرورت تھی۔ اور وہ ہمارے اندر نہیں تھی۔ اس لئے ہم اعمال کی اصلاح میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اور یا پھر یہ ماننا پڑے گا۔ کہ ہماری عبودیت میں کچھ نقص ہے۔ اور قوتِ متاثر مفلوج ہونے کی وجہ سے قوتِ مؤثرہ کے اثر کو قبول نہیں کرتی۔ یا جن معاونوں کی اسے ضرورت ہوتی ہے۔ ان میں کمزوری ہے۔ اس صورت میں جب تک ہم قوتِ متاثرہ کا علاج نہ کر لیں۔ کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ جیسے کوئی طالب علم کند ذہن ہوتا ہے۔ وہ سبق پڑھتا ہے۔ مگر یاد نہیں رکھ سکتا۔ اس کا جب تک ذہن درست نہیں کر لیا جاتا۔ اس وقت تک خواہ اُسے کتنا سبق دیا جائے۔ کتنی بار اسے یاد کرانے کی کوشش کی جائے۔ وہ یاد نہیں رکھ سکے گا۔ پس ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ

ہمارے نیکی کے ارادے

دماغ کے اس حصہ پر کیوں اثر نہیں کرتے۔ جس پر اثر ہونے کے نتیجہ میں عملی اصلاح شروع ہو جاتی ہے۔ اور ہمیں ان روکوں کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ جو اس راستہ میں حائل ہوتی ہیں میں نے بتایا تھا۔ کہ دو قسم کی روکیں ہیں۔ جو اس راستہ میں حائل ہوتی ہیں ایک قوتِ ارادی میں کمزوری اور دوسری قوتِ عمل میں کمزوری۔ لیکن ان کے علاوہ ایک تیسری صورت بھی ہے۔ جو ان دونوں کے درمیان ہے اور جو دونوں طرف اپنا اثر ڈالتی ہے۔ اور وُہ یہ کہ علمی طور پر انسان میں کمزوری ہو۔ کیونکہ ارادہ بھی علم کے مطابق چلتا ہے۔ مثلاً اگر کسی انسان کو یہ معلوم نہ ہو۔ کہ ایک ہزار کا لشکر اس کے مکان پر حملہ آور ہونے والا ہے۔ بلکہ اسے صرف اتنا معلوم ہو۔ کہ ایک آدمی اس کے مکان پر حملہ کرے گا۔ تو یقیناً جو تدابیر وہ اس حملہ کے دفاع کے لئے اختیار کرے گا۔ وہ اس سے مختلف ہوں گی۔ جو اس صورت میں کرتا۔ جب اُسے معلوم ہوتا۔ کہ ایک ہزار آدمی اس کے مکان پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ تو

علم کی کمزوری

کی وجہ سے ابھی نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ اور علم کی صحت قوتِ ارادی کو بڑھا دیتی ہے۔ جن لوگوں کو کبھی بوجھ اُٹھانے کا موقع ملا ہو۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ بعض چیزیں ہلکی نظر آتی ہیں۔ مگر ہوتی بوجھل ہیں۔ ان کے اٹھاتے وقت انسانی ہاتھ جھٹکا محسوس کرتا ہے۔ پہلے یہ سمجھ کر وہ ہاتھ ڈالتا ہے کہ یہ ہلکی چیز ہے۔ مگر جب دیکھتا ہے۔ کہ بھاری ہے۔ تو کہتا ہے۔ اوہ! یہ تو بھاری چیز تھی۔ اور اس خیال کے آنے پر دوبارہ وہ اسی بھاری چیز کو اٹھا لیتا ہے۔ آخر دوبارہ اس میں زائد طاقت تو نہیں آ جاتی۔ طاقت تو وہی ہوتی ہے۔ جو پہلے تھی۔ پھر وجہ کیا ہے۔ کہ پہلی دفعہ وہ چیز اس سے نہیں اٹھائی جاتی۔ مگر جب دوسری دفعہ اسے پتہ لگتا ہے۔ کہ بوجھل ہے۔ تو وہ اسے اٹھا لیتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں ایک

قوتِ موازنہ

رکھی ہوئی ہے۔ وہ قوت یہ فیصلہ کرتی ہے کہ فلاں کام کے لئے اتنی طاقت درکار ہے۔ اور چونکہ ساری طاقت انسان کے ہاتھ میں نہیں ہوتی۔ بلکہ دماغ میں محفوظ ہوتی ہے۔ اس لئے جب دماغ اتنی طاقت بھیجتا ہے۔ جتنی پہلی دفعہ قوتِ موازنہ طلب کرتی ہے۔ تو انسان کے ہاتھ کو جھٹکا محسوس ہوتا ہے۔ اور قوتِ موازنہ سمجھ جاتی ہے کہ میری غلطی تھی۔ تب وہ دماغ کو اور طاقت بھیجنے کے لئے کہتی ہے۔ اور اس طاقت کے آنے پر چیز بآسانی اٹھا لی جاتی ہے مثلاً ایک چیز پڑی ہو۔ جس کے متعلق انسان یہ سمجھتا ہو۔ کہ یہ دس سیر وزنی ہے لیکن ہو بیس سیر کی۔ تو چونکہ انسان اسے اس طاقت سے اٹھائے گا۔ جتنی طاقت دس سیر بوجھ اٹھانے کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ اس لئے اس کے ہاتھ کو جھٹکا لگیگا جھٹکا لگنے کے معاً بعد دماغ دس سیر بوجھ اٹھانے کی اور طاقت بھیج دے گا۔ اور وہ چیز اٹھائی جا سکے گی۔ تو قوتِ موازنہ نے جو فیصلہ کیا۔ اس کی غلطی کی وجہ سے انسانی ہاتھ کو جھٹکا لگا۔ ورنہ طاقت تو اس میں اس بوجھ کو اٹھانے کی پہلے سے تھی۔ وہ طاقت رکھتا تھا۔ کہ بیس سیر بوجھ اٹھائے۔ لیکن قوتِ موازنہ نے جو

دماغ کے لئے وزیر کی حیثیت

رکھتی ہے کہا۔ کہ دس سیر وزن کے لئے طاقت چاہیئے۔ تب دماغ نے اتنی ہی طاقت بھیج دی۔ لیکن جب دشمن سے مقابلہ ہُوا۔ تو قوتِ موازنہ کو اپنی غلطی محسوس ہُوئی۔ اور اس نے دماغ کو اطلاع دی۔ کہ دس سیر مزید کے اٹھانے کی طاقت بھجوائی جائے۔ تب وہ چیز بآسانی اٹھالی گئی۔ بڑی بڑی چیزیں تو الگ رہیں چھوٹی چھوٹی چیزوں کا بھی یہی حال ہوتا ہے۔ ہولڈر کی کیا حیثیت ہوتی ہے۔ لیکن بعض ہولڈروں کے اندر سیسہ بھرا ہوتا ہے۔ اب جو شخص ایسے ہولڈر کو جس میں سیسہ بھرا ہُوا ہو۔ غلطی سے عام ہولڈر سمجھکر اٹھائے گا۔ تو چونکہ جتنی طاقت کی ضرورت تھی۔ اس سے وہ کم طاقت خرچ کرے گا۔ اس لئے اندرونی طور پر وہ ایک جھٹکا محسوس کرے گا کیونکہ جب وہ اسے اٹھانے لگتا ہے۔ تو جتنی طاقت کی ضرورت سمجھکر اٹھاتا ہے۔ اس سے زیادہ کی ضرورت محسوس ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح اس کا ہاتھ جھٹکا محسوس کرتا ہے۔ اور گو ہولڈر اٹھانے کے لئے وہ دوسری دفعہ ہاتھ نہیں ڈالتا۔ بلکہ پہلی مرتبہ ہی اُسے اٹھا لیتا ہے۔ مگر اس میں شبہ نہیں۔ کہ اس کا بازو اندرونی طور پر یہ حس محسوس کرتا ہے۔ کہ مجھے پہلی دفعہ اس ہولڈر کے اٹھانے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ بلکہ دوسری دفعہ میں نے اسے اٹھایا ہے۔ گو اس موقعہ پر پہلی اور دوسری کوشش میں ایک سیکنڈ کے سینکڑویں حصہ کا فرق ہوتا ہے۔ اور دونوں میں امتیاز کرنا مشکل ہوتا ہے۔ مگر فرق ہوتا ضرور ہے۔ یہ قوتِ موازنہ ہمیشہ علم کے ذریعہ آتی ہے خواہ علم اندرونی طور پر ہو۔ خواہ بیرونی طور پر۔ اندرونی علم سے مراد

مشاہدہ اور تجربہ

ہے۔ اور بیرونی علم سے مراد بیرونجات کی آوازیں ہیں۔ جو کان میں پڑیں۔ مثلاً یہ علم کہ دس دشمن آ رہے ہیں۔ ان کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ بیرونی ہے۔ کیونکہ کان اُسے سنیں گے۔ اور دماغ کو سنائیں گے۔ لیکن جب دس سیر وزنی شے اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھتے ہیں۔ تو کوئی اسے نہیں کہتا۔ کہ یہ دس سیر وزنی ہے۔ بلکہ سابق تجربہ کی بناء پر قوتِ موازنہ آپ ہی اس کے بارہ میں فیصلہ کرتی ہے۔ پس یہ علم اندرونی ہوتا ہے۔

اس تمہید کے بعد میں بتاتا ہوں۔ کہ جب انسان

اصلاح اعمال کیلئے

کھڑا ہوتا ہے۔ تو قوتِ موازنہ یہ فیصلہ کرتی ہے۔ کہ مجھے اپنی جدوجہد کے لئے کس قدر طاقت کی ضرورت ہے۔ بعض دفعہ صحیح علم حاصل نہ ہونے کی وجہ سے انسان اعمال کی اصلاح پر غالب نہیں آ سکتا۔ اور قوتِ موازنہ عدم علم کی وجہ سے اسے صحیح خبر نہیں دیتی۔ کہ اس عملی اصلاح کے لئے کس قدر طاقت کی ضرورت ہے۔ جیسے زہر ہے۔ اگر کسی کو معلوم نہ ہو۔ کہ فلاں چیز زہر ہے۔ تو عدم علم کی وجہ سے قوتِ موازنہ اس کے کھانے سے ڈرائیگی نہیں۔ لیکن اگر اسے معلوم ہو۔ کہ یہ زہر ہے۔ تو پھر اس کی قوتِ موازنہ فیصلہ کریگی کہ آیا اسے یہ کھانا چاہیئے۔ یا نہیں۔ مثلاً اگر ایک شخص زندگی سے بیزار ہے۔ افکار و ہموم ہر وقت اس پر غالب رہتے ہیں۔ اور وُہ

مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ

کرنے کی ہمت اپنے اندر نہیں رکھتا۔ تو قوتِ موازنہ اسے کہیگی۔ کھا لو۔ اچھا ہے۔ مر کر ان جھگڑوں سے نجات تو ملیگی۔

لیکن جو شخص زندہ رہنا چاہتا ہے۔ اُسے قوتِ موازنہ کہیگی۔ کہ یہ زہر ہے۔ اسے مت کھاؤ۔ یا فرض کرو۔ کوئی ایسا زہر ہے جو پچاس فیصدی مہلک ثابت ہوتا ہے اور پچاس فیصدی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ لوگ بچ جاتے ہیں۔ اب اگر کسی انسان کے سامنے کوئی شخص اس قسم کا زہر رکھدے اور کہے۔ کہ اگر یہ کھا لو۔ تو میں تمہیں

ایک ہزار روپیہ انعام

دُونگا۔ تو وہاں بھی قوتِ موازنہ اسے بتادے گی۔ کہ کس حد تک اس تجویز پر اسے عمل کرنا چاہیئے۔ اور کس حد تک نہیں اگر زندگی اس کے لئے دوبھر ہے۔ اگر مشکلات و مصائب سے وُہ گھبرا ہُوا ہے اور جینے سے سخت بیزار ہے۔ تو قوتِ موازنہ کہے گی۔ زہر کھا لو۔ اس میں کیا حرج ہے۔ اگر بچ گئے۔ تو روپیہ مل جائے گا اور اگر مر گئے۔ تو دُنیا کے دھندوں سے جان چھوٹ جائے گی۔ لیکن اگر کوئی شخص ہمت والا ہے۔

مشکلات پر غالب آنے کی کوشش

کرتا ہے۔ اور کمرِ ہمت توڑ کر نہیں بیٹھ جاتا تو اسے قوتِ موازنہ کہے گی۔ پچاس فیصدی موت بھی تم کیوں قبول کرتے ہو۔ اسے مت کھاؤ۔ خواہ تمہیں کتنا ہی انعام ملنے کی لالچ دلائی جائے۔

غرض قوتِ موازنہ انسان کو ہوشیار کرتی۔ اور وُہی عدمِ علم کی وجہ سے اُسے غافل کرتی ہے۔ اور پھر اسی عدمِ علم کی وجہ سے یا صحیح علم کے نہ ہونے کی وجہ سے جو قوتِ موازنہ پر اثر انداز ہوتا ہے گناہ صادر ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک بچہ جب ایسے لوگوں میں پرورش پاتا ہے جو گناہ کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ جن کی مجلسوں میں ہر وقت یہ ذکر ہوتا رہتا ہے۔ کہ (۱) جھوٹ کے بغیر تو دُنیا میں گزارہ نہیں ہوسکتا۔ (۲) جھُوٹ ہی ہے۔ جو تمام ترقیات کی کلید ہے (۳) آج کل بھلا کون سچ بولتا ہے (۴) اس زمانہ میں تو جھُوٹ بولے بغیر کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔ تو ایسے فقرے سُن سُنکر اس کا علم صرف اسی حد تک محدود رہتا ہے۔ کہ جھوٹ بولنا ایسی بُری بات نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ بڑے ہوکر جہاں اُسے

جھُوٹ بولنے کا موقعہ

ملے گا۔ اور اپنی قوتِ موازنہ سے وُہ فیصلہ چاہے گا۔ تو قوتِ موازنہ فوراً اُسے کہدے گی۔ خطرہ زیادہ ہے جھُوٹ بول لو۔ اس میں حرج ہی کیا ہے۔ یا مثلاً غیبت ہے۔ وُہ اپنے اردگرد جب تمام لوگوں کو غیبت کرتے دیکھتا ہے۔ تو بڑا ہوکر جب اُس کے سامنے بھی کوئی غیبت کا موقعہ آتا ہے۔ اور وُہ سمجھتا ہے۔ کہ اگر مَیں نے غیبت کی۔ تو مجھے فائدہ پہونچ جائے گا۔ تو قوتِ موازنہ اُسے کہدیتی ہے سارے ہی غیبت کرتے ہیں۔ اگر تم بھی غیبت کر لو۔ تو کیا حرج ہے۔ گو یہ گناہ تو ہے۔ مگر کوئی اتنا بڑا گناہ نہیں یہی وُہ امر ہے۔ جس کے متعلق میں نے بتایا تھا۔ کہ

اصلاحِ اعمال میں ایک خطرناک روک

یہ ہے۔ کہ کہا جاتا ہے۔ بعض گناہ بڑے ہیں۔ اور بعض چھوٹے۔ اس کی وجہ سے بعض گناہوں کو لوگ نہیں چھوڑ سکتے۔ کیونکہ کہتے ہیں یہ تو چھوٹے ہیں۔ ان کے کر لینے میں کیا حرج ہے۔ اس خیال کا اثر یہ ہوتا ہے۔ کہ گو قوتِ موازنہ موجود ہوتی ہے۔ مگر وُہ اس غلط علم کی وجہ سے جو اس نے ماحول سے حاصل کیا تھا۔ انہیں اتنی طاقت نہیں دیتی جس طاقت کے نتیجہ میں وُہ گناہ پر غالب آسکیں جیسے میں نے بتایا ہے۔ اگر ایک چیز دس سیر یا بیس سیر وزنی ہو۔ اور آدمی اسے پانچ چھ سیر وزن کی سمجھ رہا ہو۔ تو خواہ اس میں دو من بوجھ اٹھانے کی طاقت ہو پہلی دفعہ اس کے ہاتھ کو جھٹکا محسوس ہوگا۔ اور وُہ اسے نہ اُٹھا سکیگا۔ پہلی دفعہ اس کے ہاتھ کو جھٹکا لگنا اور اس کا اس چیز کو نہ اٹھا سکنا اس لئے نہ تھا۔ کہ اس میں وہ چیز اٹھانے کی طاقت نہ تھی۔ طاقت تو اس میں اس سے بھی زیادہ بوجھ اٹھانے کی تھی۔ جھٹکا اسے اس لئے لگا۔ کہ قوتِ موازنہ نے غلط اندازہ کرکے دماغ کو کم طاقت بھیجنے کا مشورہ دیا۔ اس طرح

گناہوں کو مٹانے کی طاقت

بھی انسان میں ہوتی ہے۔ لیکن جب گناہ سامنے آتا ہے۔ اور قوتِ موازنہ کہدیتی ہے۔ اس گناہ میں کیا حرج ہے۔ یہ تو معمولی گناہ ہے۔ اور دُوسری طرف فائدہ اس سے بہت زیادہ ہے۔ تو دماغ اتنی طاقت اس گناہ کو مٹانے کے لئے نہیں بھیجتا۔ جتنی بھیجنی چاہیئے۔ اور وُہ اس گناہ کا مرتکب ہوجاتا ہے۔ اب گویا اصلاحِ اعمال کے لئے

تین چیزوں کی مضبُوطی کی ضرورت

ہوئی۔ ایک قوتِ ارادی کی مضبُوطی کی ضرورت ہے۔ ایک علم کی زیادتی کی ضرورت ہے۔ اور ایک قوتِ عملیہ میں طاقت کا پیدا کرنا ضروری ہے۔ علم کی زیادتی بھی درحقیقت قوتِ ارادی کا ہی حصہ ہوتی ہے۔ کیونکہ علم کی زیادتی کے ساتھ قوتِ ارادی بڑھ جاتی ہے یا یوں کہو۔ کہ عمل کرنے پر وہ آمادہ ہو جاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اصلاح کے لئے ہمیں تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ قوتِ ارادی کی طاقت کہ وُہ بڑے بڑے کاموں کے کرنے کی اہل ہو علم کی زیادتی۔ کہ ہماری قوتِ ارادی اپنی ذمہ واری کو محسوس کرتی رہے۔ اور غفلت میں رہ کر موقعہ نہ گنوا دے قوتِ عملیہ کی طاقت کہ ہمارے اعضاء ہمارے ارادہ کے تابع چلیں۔ اور اس کے حکم کو ماننے سے انکار نہ کریں۔ جب ہماری قوتِ ارادی مضبُوط ہوگی۔ وُہ ایک زبردست افسر کی طرح اپنی طاقت اور قوت کے ساتھ

جسم کی کمزوریوں پر غالب

آکر اُسے اپنے منشاء کے مطابق کام کرنے پر مجبور کردے گی۔ جب علم صحیح ہوگا ہم ان ناکامیوں سے محفوظ ہوجائیں گے جو قوتِ موازنہ کی غلطیوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ کہ وُہ ایک اندازہ کام کا لگاتی ہے لیکن وُہ اندازہ غلط ہوتا ہے۔ اور ناکامی کا مونہہ دیکھنا پڑتا ہے۔ اور بعض دفعہ

اصلاح کا موقعہ

ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ اور اس کام کے لئے دوبارہ کوشش فضول ہوجاتی ہے اور بعض دفعہ عدمِ علم کی وجہ سے قوتِ ارادی فیصلہ ہی نہیں کرسکتی۔ کہ اُسے کیا کرنا چاہیئے۔ اسی طرح جب قوتِ عملیہ مضبُوط ہوگی۔ تو وُہ قوتِ ارادی کے ادنےٰ سے ادنےٰ اشارہ کو بھی قبول کرے گی۔ جیسے ایک چست آدمی کو جب کوئی کام کہا جاتا ہے۔ تو وُہ فوراً کھڑا ہو جاتا ہے اور ایک سست آدمی کو کہا جاتا ہے تو وُہ اسی معمولی سے کام کو بڑا بوجھ سمجھ کر سُستی کرتا ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ

قوتِ عملیہ کی کمزوری

دو قسم کی ہوتی ہے ایک حقیقی اور ایک غیر حقیقی۔ غیر حقیقی تو یہ ہے۔ کہ قوت تو موجُود ہو۔ لیکن مثلاً عادۃً وغیرہ کی وجہ سے زنگ لگا ہُوا ہو۔ اور حقیقی یہ ہے۔ کہ ایک لمبے عرصہ کے عدمِ استعمال کی وجہ سے وُہ مردہ کی طرح ہوگئی ہو اور اُسے بیرُونی مدد اور سہارے کی ضرورت پیدا ہوگئی ہو۔ غیر حقیقی کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص میں مثلاً طاقت تو ایک من بوجھ اٹھانے کی ہے۔ لیکن بوجہ کام کی عادت نہ ہونے کے وُہ اس بوجھ کو اٹھانے سے گھبراہٹ محسُوس کرتا ہے۔ ایسا شخص اگر کسی وقت اپنی طبیعت پر دباؤ ڈالے گا۔ تو اس بوجھ کو اٹھانے میں کامیاب ہوجائیگا۔ اور حقیقی کی مثال یہ ہے۔ کہ بوجہ دیر تک کام نہ کرنے کے کام کی طاقت ہی باقی نہ رہی ہو۔ اور اب وُہ مثلاً دس بیس سیر سے زیادہ نہیں اٹھا سکتا۔ ایسے شخص سے اگر ہم ایک من بوجھ اٹھوانا چاہیں تو ہمیں اسے کوئی مددگار دینا ہوگا۔ یا اس کے بوجھ کو دس دس سیر کے حصوں میں تقسیم کرنا ہوگا۔ غرض جب

طاقت کا خزانہ

موجود نہ ہو۔ اُس وقت بیرُونی ذرائع اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ تاکہ جو کام سامنے ہے اُسے پورا کر دیا جائے۔ یہی حالت بعینہٖ اعمال کی اصلاح کی ہے۔ اور مختلف لوگوں کے لئے مختلف علاجوں کی ضرورت ہُوا کرتی ہے بعض کیلئے قوۃِ ارادی پیدا کرنا ضروری ہوتا ہے بعض کیلئے قوتِ عملی پیدا کرنا۔ اور بعض کے لئے ایسی صورت میں جب بوجھ زیادہ ہو۔ اور ان کی طاقت برداشت سے باہر ہو۔ بیرونی مدد کی ضرورت ہوتی ہے جیسے سو من بوجھ اگر کسی کے سامنے پڑا ہُوا ہو۔ اور وُہ اسے اٹھانا چاہے۔ تو اس کے لئے کوئی قوتِ ارادی یا کوئی علم کام نہیں دے سکتا۔ بلکہ باوجود قوتِ ارادی رکھنے کے اور باوجود یہ جاننے کے کہ یہ سو من ہے وُہ اُسے ہلا بھی نہیں سکیگا۔

بیس سیر کے متعلق تو جب اسے معلوم ہوگا۔ کہ یہ بیس سیر ہے۔ میں غلطی سے دس سیر سمجھتا رہا۔ تو وہ اسے اٹھا لے گا۔ کیونکہ بیس سیر اٹھانے کی طاقت اس کے اندر موجود تھی۔ یا ایک انسان کے اندر قوتِ ارادی موجود ہے۔ لیکن وہ اس سے کام نہیں لیتا تو اگر کسی دوسرے وقت وہ اپنی قوتِ ارادی سے کام لینا شروع کر دے۔ تو وہ اسے فائدہ دے سکتی ہے جیسے فرض کرو۔

ایک بڑھیا عورت

ہے۔ جس کا ایک ہی بیٹا ہے۔ جو میدان جنگ میں چلا گیا۔ اور تھوڑے دنوں کے بعد خبر آئی۔ کہ وہ مر گیا ہے۔ یہ بڑھیا عورت کسی دوسرے وقت بیمار پڑ جاتی ہے۔ اور اپنے علاج کے لئے کوئی کوشش نہیں کرتی کیونکہ وہ کہتی ہے۔ میرا اب دنیا میں کون ہے۔ جس کے لئے میں زندہ رہوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اس مایوسی کی وجہ سے اس کی بیماری بڑھتی چلی جاتی ہے لیکن فرض کرو۔ کہ اس کے بعد جبکہ وہ بالکل کمزور ہو چکی ہوتی ہے۔ یکدم اسے گورنمنٹ کی طرف سے تار پہنچتا ہے۔ کہ

تمہارا بیٹا زندہ ہے

پہلے غلطی سے اس کی موت کی اطلاع تمہیں بھیجی گئی تھی۔ اس تار کے ملتے ہی وہ بیماری کا مقابلہ کرنا شروع کر دے گی دوائیں اسے موافق آنے لگ جائیں گی۔ غذائیں اس کے انگ لگنی شروع ہو جائینگی اور وہ تھوڑے ہی دنوں میں اچھی بھلی ہو جائے گی۔ ایسے واقعات بکثرت دنیا میں ہوتے رہتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہی ہوتی ہے۔ کہ ایسے لوگوں میں طاقت تو موجود ہوتی ہے۔ لیکن وہ اسے استعمال نہیں کرتے۔ بعض دفعہ اس کے الٹ مثالیں بھی مل جاتی ہیں۔ مثلاً چند دن ہی ہوئے۔ ایک عورت کو رات کے وقت سانپ نے کاٹا۔ اس نے ایک معمولی کیڑا سمجھ کر پرواہ بھی نہ کی۔ وہ بالکل اچھی بھلی اپنا کام کرتی رہی۔ لیکن دن کو اسے معلوم ہوا۔ کہ جس چیز نے اسے کاٹا تھا۔ وہ سانپ تھا۔ اور وہ فوراً مر گئی۔ یہ واقعہ بھی قوتِ ارادی کی طاقت کا ہے خود زہر شدید نہ تھا۔ بوجہ ناواقفیت کے اس کی قوتِ ارادی اپنا کام کرتی رہی لیکن جب اسے معلوم ہوا۔ کہ کاٹنے والی چیز سانپ تھی۔ تو اس نے ہمت ہار دی۔ اور خیال کیا۔ کہ سانپ کے زہر کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ اور اس طرح ہتھیار پھینک دینے سے عورت کی ہلاکت واقع ہوئی۔

دوسری صورت

یہ ہوتی ہے۔ کہ ایک شخص ملیریا سے بیمار ہے۔ کونین اس کے پاس موجود ہے۔ اس کا ارادہ بھی ہے۔ کہ میں اچھا ہو جاؤں لیکن نقص یہ ہے۔ کہ اسے علم نہیں۔ کہ کونین ملیریا کو دور کر دیتی ہے۔ اس عدم علم کی وجہ سے باوجود اس کے کہ اس کا دل چاہتا ہے۔ میں اچھا ہو جاؤں۔ وہ اچھا نہیں ہو سکیگا۔ کیونکہ اسے علم نہیں کہ کونین ملیریا کو دور کرتی ہے۔ اور اس وجہ سے وہ اس کا استعمال نہیں کرتا۔ یا ایک شخص کے پاس ایک مٹکا پڑا ہوا ہے پہلے اس میں پانی تھا۔ لیکن بعد میں ختم ہو گیا۔ یہ دیکھ کر کسی ہمسائے نے اس میں پانی ڈال دیا۔ لیکن اُسے اس بات کا علم نہیں۔ اسے سخت پیاس لگی ہوئی ہے۔ اور وہ سمجھتا ہے۔ کہ مٹکے میں تو پانی نہیں میں کہاں سے پیوں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ عدم علم کی وجہ سے باوجود مٹکے میں پانی موجود ہونے کے پیاسا رہتا ہے۔ مگر

تیسری صورت

یہ ہے۔ کہ پانی ہے ہی نہیں۔ جس سے وہ اپنی پیاس بجھا سکے۔ تمہیں کتنی ہی خواہش ہو۔ کہ اگر پانی ملے۔ تو میں اس سے اپنی پیاس بجھاؤں۔ تمہیں کتنا ہی علم ہو۔ کہ پانی پیاس بجھانے کے کام آتا ہے۔ لیکن اگر تم ایسے جنگل میں ہو۔ جس میں پانی کہیں ہے ہی نہیں۔ تو پانی کہاں سے مل سکتا ہے۔ پس ایسے موقعہ پر ارادہ اور علم بھی باطل ہو جاتا ہے۔ اور جب تک پانی نہ ہو۔ انسان کا ارادہ اور اس کا علم اسے کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ غرض یہ تین چیزیں ہیں۔ جن کے ذریعہ ہم لوگوں کا علاج کر سکتے ہیں۔

بعض لوگوں کے اعمال میں کمزوری اس لئے ہوتی ہے۔ کہ ان میں قوتِ ارادی نہیں ہوتی۔ بعض عمل میں اس لئے کمزور ہوتے ہیں۔ کہ ان میں علم کی کمی ہوتی ہے۔ اور بعض عمل میں اس لئے کمزور ہوتے ہیں۔ کہ ان میں قوتِ عملی نہیں ہوتی۔ مؤخر الذکر لوگوں کے لئے جب تک بیرونی سامان مہیا نہ کئے جائیں۔ اس وقت تک کچھ نہیں بن سکتا۔

قوتِ ارادی کیا چیز ہے؟

قوتِ ارادی کا مفہوم عمل کے لحاظ سے ہر جگہ بدل جاتا ہے۔ اور جو میں مضمون بیان کر رہا ہوں۔ اس میں قوتِ ارادی ایمان کا نام ہے۔ انسان کے دل میں اگر پختہ ایمان ہو۔ اور اللہ تعالے سے اس کا تعلق ہو۔ تو اس کے سارے کام آپ ہی آپ ہو جاتے ہیں۔ اور کوئی مشکل ایسی نہیں رہتی۔ جو آسان نہ ہو جائے

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو لوگ ایمان لائے

ان میں چور بھی تھے۔ ان میں ڈاکو بھی تھے ان میں فاسق و فاجر بھی تھے۔ وہ ماؤں سے بھی نکاح کر لیتے تھے۔ بلکہ ورثہ میں اپنی ماؤں کو لیتے۔ وہ اپنی بیٹیوں کو قتل کر دیتے پھر وہ جواری تھے۔ شراب خور تھے۔ اور شراب پینے میں اپنی تمام عزت سمجھتے تھے۔ وہ ایک دوسرے پر اگر فخر کرتے۔ تو اسی بات میں کہ میں اتنی شراب پیا کرتا ہوں۔ ایک شاعر اپنے اشعار میں فخر کرتا اور کہتا ہے۔ میں وہ ہوں۔ جو راتوں کو اٹھ اٹھ کر شراب پیتا ہوں۔ وہ ایسے جواری تھے۔ کہ جوئے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے پر فخر کرتے۔ اور جب کسی نے اپنی بڑائی کا اظہار کرنا ہوتا۔ تو کہتا۔ کہ میں وہ ہوں۔ کہ جو اپنا تمام مال جوئے میں لٹا دیتا ہوں۔ پھر مال آتا ہے۔ تو پھر میں اسے جوئے میں لٹا دیتا ہوں۔ یہ ان کی

ایمان سے قبل کی حالت

تھی۔ مگر جب وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ اور ان میں قوتِ ارادی پیدا ہو گئی۔ تو انہوں نے نہایت قوی اور مضبوط دل سے فیصلہ کر لیا۔ کہ اب ہم خدا کے فیصلہ اور اس کے احکام کے خلاف اپنا کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔ یہ فیصلہ انہوں نے اتنی مضبوطی اتنی پختگی اور اتنے زور کے ساتھ کیا۔ کہ اس مضبوطی کے مقابلہ میں ان کے اعمال کی کمزوریاں ایک لمحہ کے لئے بھی نہ ٹھہر سکیں۔ یکدم ان کے حالات بدل گئے۔ اور وہ خدا تعالے کے لئے ہر خطرناک سے خطرناک مصیبت اپنے نفس پر وارد کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اور قوتِ ارادی نے ان کے اعمال کی کمزوری کو اس طرح پرے پھینک دیا۔ جیسے ایک تنکا تند سیلاب کے آگے بہہ جاتا ہے۔

شراب کا نشہ

کتنا خطرناک ہوتا ہے۔ جب کوئی شرابی شراب کے نشہ میں مدہوش ہو۔ تو اُسے کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ کئی اپنے ماں باپ کو گالیاں دینے لگ جاتے ہیں۔ کئی اپنے عزیزوں سے لڑائی اور فساد شروع کر دیتے ہیں۔ کئی یونہی بکواس کرتے چلے جاتے ہیں۔ کئی ننگے ہو جاتے ہیں کئی ایسے باتیں کرتے ہیں۔ کہ عقل قائم ہونے کے وقت اگر انہیں کوئی سُنائے تو وہ کبھی یہ ماننے کے لئے تیار نہ ہوں۔ کہ ان کے مونہہ سے اس قسم کی باتیں نکلی ہیں۔ ایک دفعہ میں ایک مضمون لکھ رہا تھا اور اپنے مکان کے اس حصہ میں تھا۔ جو اس گلی پر واقعہ ہے۔ جو ہمارے گھروں سے مسجد اقصےٰ کو آتی ہے۔ اور جو مکان اس وقت میاں بشیر احمد صاحب کے پاس ہے اس کے اوپر اس وقت ایک صحن تھا۔ اس صحن میں ٹہل ٹہل کر میں مضمون لکھ رہا تھا۔ ٹہلتے ٹہلتے نیچے گلی میں سے مجھے کچھ آواز آئی۔ مجھے معلوم ہُوا۔ کہ

دو سکھ

گلی میں سے گذر رہے ہیں۔ پہلے ان کے لہجہ اور پھر ان کے ناموں کو سنکر مجھے یہ معلوم ہوا۔ کہ وہ سکھ تھے۔ اب ان کے نام تو مجھے صحیح یاد نہیں۔ لیکن ایسے ہی نام تھے۔ جیسے سوجان سنگھ یا سورن سنگھ۔ بہرحال فرض کرو۔ ایک کا نام سورن سنگھ تھا۔ اور دوسرے کا نام سوجان سنگھ۔

میں نے سُنا۔ کہ ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا ہے۔ او سوجان سنگھا ترپکوڑے کھانے ہیں۔

میں نے سمجھا۔ کہ کوئی دوست اپنے دوست سے پوچھ رہا ہے۔ کہ کیا تم پکوڑے کھاؤ گے۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد میں نے پھر سُنا۔ کہ کوئی کہہ رہا ہے۔ اوسوجان سنگھا توں پکوڑے کھانے ہین۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی۔ کہ پھر مجھے آواز آئی۔ اوسوجان سنگھا توں پکوڑے کھانے ہین۔ تب میں نے جھانکا۔ کہ یہ کیا بات ہے۔ میں نے دیکھا۔ کہ ایک شخص جو گھوڑے پر سوار ہے۔ وہ گلی میں سے گزر رہا ہے اور دوسرا شخص گلی کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا ہے۔ اور کہتا جا رہا ہے اوسوجان سنگھا توں پکوڑے کھانے ہین اوسوجان سنگھا توں پکوڑے کھانے ہین میں نے دیکھا۔ کہ وہ جو گھوڑے پر سوار تھا۔ وہ تو اس وقت گلی کی نکڑ پر تھا۔ اور دور جا چکا تھا۔ مگر دوسرا شخص دیر تک وہاں بیٹھا یہی کہتا رہا۔ اوسوجان سنگھا توں پکوڑے کھانے ہین۔ اوسوجان سنگھا توں پکوڑے کھانے ہین۔ تب میں سمجھا کہ یہ شرابی ہے۔ عقل و ہوش سے کام لے کر یہ الفاظ مونہہ سے نہیں نکال رہا۔ یہ تو خیر ایک زمیندار

شرابی کا واقعہ

ہے۔ ایک دفعہ مجھے ریل گاڑی میں بھی ایسا ہی تجربہ ہوا۔ میں امرت سر سے دہلی جانے کے لئے سوار ہوا۔ سیکنڈ کلاس کا میں نے ٹکٹ لیا۔ مگر چونکہ دیوالی کا دن تھا۔ اس لئے سخت بھیڑ تھی۔ یہاں تک کہ سیکنڈ کلاس میں بھی چالیس کے قریب آدمی اکٹھے ہو گئے۔ اکثر کھڑے تھے۔ اور کچھ اوپر کی سیٹوں میں بیٹھے تھے۔ میں سیکنڈ کلاس کے جس کمرہ میں داخل ہوا۔ اس میں ایک دو جگہیں ابھی خالی تھیں۔ لیکن جونہی میں داخل ہوا

ایک شخص نہایت تپاک سے مجھے ملا۔

اور اُس نے دوسرے سے کہا۔ آپ ایک طرف ہو جائیں۔ اور انہیں بیٹھنے دیں۔ وہ ایک طرف کھسک گیا۔ اور میں بیٹھ گیا۔ اُس نے مجھ سے کچھ باتیں ایسی کیں۔ جن سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وُہ مجھے جانتا ہے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد

ایک اور شخص

آیا۔ تو وُہی شخص اس کی طرف متوجہ ہو گیا اور ایک شخص سے کہنے لگا۔ دیکھتے نہیں ایک بھلا مانس آیا ہے۔ تم اسے جگہ کیوں نہیں دیتے۔ ایک طرف ہو جاؤ۔ اور اسے بیٹھنے دو یہ جو میں نے کہا ہے۔ کہ اس کی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ وُہ میرا واقف ہے۔ یہ میں نے اس لئے کہا ہے۔ کہ اُس نے مجھے بتایا۔ اس کا باپ پونچھ میں وزیر تھا۔ اور حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ سے بھی اس نے اپنی واقفیت کا اظہار کیا۔ جس سے مجھے معلوم ہوا۔ کہ اسے میرے نام وغیرہ سے واقفیت تھی۔ لیکن ابھی اُس نے دوسرے آدمی کو بٹھایا ہی تھا۔ کہ

ایک تیسرا شخص

آ پہونچا۔ یہ پھر اُدھر متوجہ ہوا۔ اور اسی شخص سے جس کو اُس نے نہایت تعظیم سے بٹھایا تھا سختی سے کہنے لگا دیکھتے نہیں۔ ایک بھلا مانس کھڑا ہے۔ اور تم اسے جگہ نہیں دیتے۔ فوراً اس کے لئے جگہ بناؤ تب میں سمجھا۔ کہ یہاں خیریت نہیں۔ کیونکہ یہ تو ہو سکتا ہے۔ کہ وُہ مجھے جانتا ہو لیکن یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ جو بھی داخل ہوتا ہے۔ اس کا یہ واقف ہو۔ اور اس کے بیٹھنے کے لئے جگہ بنانا ضروری خیال کرتا ہو۔ اور جب جگہ نہ بنتی۔ تو وہ سختی سے انہی کو ڈانٹنا شروع کر دیتا۔ جن کو پہلے عزت سے بٹھا چکا ہوتا۔ اور سوائے میرے کہ اُس نے مجھے اُٹھنے کو نہ کہا۔ جب بھی کوئی آتا فوراً دوسرے سے کہنا شروع کر دیتا۔ دیکھتے نہیں۔ ایک بھلا مانس آیا ہے اور تم اس کے لئے جگہ نہیں بناتے۔ تھوڑی دیر گزری تو پھر ایک اور شخص اندر داخل ہوا۔ وہ اسے دیکھتے ہی اس طرف متوجہ ہوا۔ اور کہنے لگا۔

میں آپ کی کیا خاطر کروں

دو چار سیکنڈ کے بعد پھر کہنے لگا۔ میں آپ کی کیا خاطر کروں۔ اس نے کہا۔ آپ کی مہربانی۔ مگر یہ جواب سننے کے بعد وُہ پھر کہنے لگا۔ میں آپ کی کیا خاطر کروں۔ جب اُس نے بار بار دُہرانا شروع کیا۔ کہ میں آپ کی کیا خاطر کروں۔ تو میں سمجھا یہ شرابی ہے۔ اتنے میں پھر کوئی شخص ڈبہ میں آگیا۔ اس پر وُہ اسی شخص سے جس کو کہہ رہا تھا۔ میں آپ کی کیا خاطر کروں۔ نہایت سختی سے مخاطب ہوا۔ اور کہنے لگا۔ دیکھتے نہیں۔ ایک بھلا مانس آیا ہے۔ اور تم اس کے لئے جگہ نہیں بناتے۔ وُہ ایک معزز خاندان سے تعلق رکھنے والا شخص تھا۔ اور اس کا باپ پونچھ کا وزیر تھا مگر شراب کے نشے میں وُہ ایسی باتیں کہنے لگ گیا۔ جو عقل و ہوش قائم ہونے کی صورت میں کبھی نہ کہتا۔ تو شراب انسان کی عقل پر پردہ ڈال دیتی۔ اور اسے بالکل دیوانہ اور پاگل بنا دیتی ہے۔ مگر

ایمان کی قوتِ ارادی کو دیکھو

محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند صحابہ رضؓ ایک دفعہ ایک مکان میں جس کے کواڑ بند تھے۔ بیٹھکر شراب پی رہے تھے۔ اس وقت تک شراب کی حرمت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ ایک مٹکا شراب کا وُہ ختم کر چکے تھے۔ اور دُوسرا مٹکا وُہ شروع کرنے والے تھے۔ کہ گلی میں سے ایک شخص کی یہ آواز اُن کے کانوں میں پڑی۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں۔ مجھ پر خدا کا حکم نازل ہوا ہے۔ کہ

آج سے شراب حرام کی جاتی ہے

جب یہ آواز اُن کے کانوں میں پہونچی۔ تو ایک شخص جو شراب کے نشے میں مدہوش تھا۔ دوسرے سے کہنے لگا۔ اٹھو دروازہ کھولو۔ اور پتہ لو۔ کہ یہ کہنے والا کیا کہتا ہے سُننے والوں میں سے ایک شخص نے چاہا۔ کہ اُٹھ کر دروازہ کھولے۔ اور پکارنے والے سے اس کے اعلان کی حقیقت دریافت کرے۔ لیکن ایک اور شخص جوان کی طرح ہی شراب میں مخمور تھا۔ اٹھا۔ اور اُس نے سونٹا پکڑ کر شراب کے مٹکے پر زور سے مار کر اسے پھوڑ دیا۔ جب باقیوں نے پوچھا یہ تم نے کیا کیا۔ پہلے پوچھ تو لینے دیتے کہ اس حکم کا مفہوم کیا ہے۔ تو اس نے جواب دیا۔ کہ میں پہلے مٹکا توڑوں گا پھر حکم کی حقیقت پوچھوں گا۔ جب میرے کانوں نے یہ آواز سُن لی ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب منع کر دی ہے۔ تو میں پہلے اس حکم کی تعمیل کروں گا۔ پھر پوچھونگا۔ کہ کن حالات میں اور کن قیود کے ساتھ یہ حکم دیا گیا ہے۔

کتنا عظیم الشان فرق

ہے۔ جو ہمیں محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ اور دُوسرے لوگوں میں نظر آتا ہے۔ چلے جاؤ گاؤں کی مجالس میں چلے جاؤ شہروں کی کلبوں میں چلے جاؤ بازاروں میں۔ اور دیکھو کہ شرابیوں کی کیا حالت ہوتی ہے۔ نہ اُن کی عقلیں ٹھکانے ہوتی ہیں یا نہ فہم ٹھکانے ہوتے ہیں۔ نہ سمجھ ٹھکانے ہوتی ہے۔ اُن کی زبان بے قابو ہوتی ہے۔ اور ان کے ہاتھ پاؤں غیر ارادی طور پر حرکت کرتے رہتے ہیں۔ نہ انہیں باپ کی پروا ہوتی ہے نہ ماں کی۔ نہ گورنمنٹ کی پروا ہوتی ہے نہ اُستاد کی۔ مگر ایمان نے صحابہ رضؓ کے اندر ایسی قوتِ ارادی پیدا کر دی۔ کہ باوجود اس کے کہ وُہ شراب کے نشہ میں مخمور تھے۔ باوجود اس کے کہ ایک شراب کا مٹکا وُہ اپنے پیٹوں میں انڈیل چکے تھے۔ اور دوسرا مٹکا پینے والے تھے جب انہیں آواز سُنائی دیتی ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں۔ خدا نے شراب حرام کر دی تو ان کا نشہ فوراً ہرن ہو جاتا ہے۔ وُہ پہلے شراب کا مٹکا توڑتے ہیں۔ اور پھر اعلان کرنے والے سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ تُو نے کیا کہا تھا۔ یہ قوتِ ارادی ایسی چیز ہے۔ کہ اس کے پیدا ہونے کے بعد کوئی روک درمیان میں حائل نہیں رہ سکتی۔ بلکہ ہر چیز پر قوتِ ارادی قبضہ کرتی چلی جاتی ہے۔ گویا قوتِ ارادی سے وافر حصہ رکھنے والے

رُوحانی دُنیا کے سکندر

ہوتے ہیں۔ کہ جس طرف اُٹھتے ہیں۔ اور جدھر کا قصد کرتے ہیں۔ شیطان ان کے سامنے ہتھیار ڈالتا چلا جاتا ہے۔ اور مشکلات کے پہاڑ بھی اگر ان کے سامنے آئیں۔ تو وُہ اسی طرح کٹ جاتے ہیں جس طرح پنیر کی ڈلی کٹ جاتی ہے پس اگر اس قسم کی قوتِ ارادی پیدا ہو جائے۔ اور اس حد تک ایمان پیدا ہو جائے۔ جس حد تک صحابہ رضؓ کا ایمان تھا تو پھر لوگوں کو اصلاحِ اعمال کے لئے کسی اور طریق کے اختیار کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ آپ ہی آپ اعمالِ حسنہ سرزد ہونے چلے جاتے ہیں۔ اس کے مقابل پر یہ

امریکہ میں شراب نوشی کے انسداد کیلئے حکومت نے کتنی کوششیں کیں۔ لیکن چونکہ ایمان لوگوں کے دلوں میں نہیں تھا۔ بلکہ ممانعت شراب کے پیچھے ایک قانون کام کر رہا تھا۔ اسلئے یہ تحریک ناکام رہی۔ ہزارہا موتیں وہاں اس وجہ سے واقع ہوئیں۔ کہ لوگ شراب پینے کے شوق میں سپرٹ پی لیتے۔ سالہا سال ایسا ہوتا رہا۔ کہ چونکہ لوگوں کو پینے کے لئے شراب نہ ملتی۔ اس لئے وہ سپرٹ پی لیتے اور سپرٹ میں چونکہ زہریلی چیزوں کی آمیزش ہوتی ہے۔ اس لئے کئی اندھے ہو جاتے۔ اور کئی مر جاتے۔ پھر امریکہ میں نصف سے زیادہ ایسے لوگ تھے۔ جو باہر سے ناجائز طور پر شرابیں منگواتے اور پیتے۔ گورنمنٹ کا قانون تھا۔ کہ ڈاکٹر کے سارٹیفکیٹ کے بغیر کسی شخص کو شراب نہیں مل سکتی۔ اس قانون کی وجہ سے ہزاروں ڈاکٹروں کی آمدنیاں پہلے سے کئی گنے بڑھ گئیں۔ وہ فیس لیکر سارٹیفکیٹ دے دیتے کہ فلاں شخص کا معدہ کمزور ہے۔ یا اور کوئی ایسی بیماری ہے۔ اسے پینے کے لئے شراب ملنی چاہیئے۔ غرض ہزاروں ڈاکٹروں کا گزارہ محض اس قسم کے سارٹیفکیٹوں پر ہو گیا۔ اور باوجود شراب نوشی کے خلاف قانون بن جانے کے لوگ کئی قسم کے حیلوں سے کوشش کرتے۔ کہ کسی طرح قانون شکنی کریں۔ لیکن محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا بتایا ہوا قانون ابھی رائج نہ ہوا تھا۔ ابھی لوگ اس سے ناواقف تھے۔ صرف پہلا اعلان ہوا تھا۔ کہ لوگوں نے شراب کے مٹکے توڑ دیئے۔ اور لکھا ہے۔ کہ مدینہ کی گلیوں میں شراب بہتی پھرتی تھی۔ یہ کتنا بڑا فرق ہے۔ جو ہمیں نظر آتا ہے۔ امریکہ والوں کو دعوٰے ہے۔ کہ اب نئی ترقی یافتہ نسل انہی کے ذریعہ دنیا میں قائم ہوگی۔ وہ دنیا میں "سُوپر مین" یعنی

ترقی یافتہ نسل انسانی

کہلاتے اور عام انسانوں سے اپنے آپ کو بالا سمجھتے ہیں۔ لیکن باوجود اس بات کے کہ وہ محسوس کرتے ہیں۔ شراب بُری چیز ہے۔ باوجود اس کے کہ قانون شراب پینے سے انہیں روکتا ہے۔ باوجود اس کے کہ حکومت انہیں منع کرتی ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ ڈاکٹر بھی کہتے ہیں۔ شراب پینا بُری چیز ہے۔ وہ شراب نہیں چھوڑ سکتے ادھر وہ قوم ہے۔ جسے جاہل کہا جاتا۔ جس کو جانگلی کہکر پکارا جاتا ہے۔ اور جسے اَن پڑھ کہا جاتا ہے۔ اس کے اندر ہمیں اس قدر اخلاقی قوت نظر آتی ہے۔ کہ وہ جونہی سنتے ہیں۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے شراب سے منع کیا۔ اسی لحظہ شراب پینا ترک کر دیتے ہیں۔ یہ وہ ایمان ہے۔ جس نے صحابہؓ کو ممتاز کیا۔ امریکہ کے لوگوں کے سامنے صرف قانون تھا۔ لیکن محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے سامنے ایمان تھا۔ اسی وجہ سے امریکہ باوجود یہ تسلیم کرنے کے کہ شراب بری چیز ہے۔ اسے چھوڑنے میں ناکام رہا۔ اور صحابہؓ باوجود اَن پڑھ ہونے کے شراب کے چھوڑنے میں کامیاب ہو گئے۔ غرض اگر کسی انسان کے اندر

مضبوط قوت ارادی

ہو۔ تو ساری روکیں خود بخود اس کے رستہ سے دور ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد قوت علمی ہے۔ اگر قوتِ علمی کسی میں ہو۔ تو عمل کی جو کمزوری علم کی کمی کی وجہ سے ہوتی ہے وہ بھی دور ہو جاتی ہے۔ جیسے بچے بچپن میں مٹی کھانے کے عادی ہوتے ہیں۔ لیکن جب بڑے ہوتے ہیں۔ تو مٹی کھانا چھوڑ دیتے ہیں۔ اس لئے کہ انہیں اس بات کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ کہ مٹی کھا مضر صحت ہے۔ یا بعض چھوٹے بچے جب ان کا ناک بہہ رہا ہو۔ تو زبان سے اُسے چاٹتے رہتے ہیں۔ لیکن بڑے ہو کر نہیں چاٹتے۔ کیونکہ بعد میں انہیں اس بات کا علم ہو جاتا ہے۔ کہ یہ

معیوب بات

ہے۔ تو کئی گناہ اور کئی عملی کمزوریاں ایسی ہیں۔ جو علم کی کمی کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ اگر ایسے شخص کا علم مضبوط کر دیا جائے۔ تو وہ گناہ سے بچ جاتا ہے۔

تیسری چیز جس سے عملی کمزوری سرزد ہوتی ہے۔ وہ

قوت عملیہ کا فقدان

ہے۔ اس قوت عملیہ کے فقدان کے بھی بعض اسباب ہوتے ہیں۔ جن میں سے مثلاً ایک سبب عادت ہے۔ ایک شخص کے اندر کسی قدر قوت ارادی بھی ہوتی ہے۔ اس میں قوتِ علمی بھی ہوتی ہے۔ لیکن وقت پر عادت کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ عمل میں کمزوری دکھا دیتا ہے۔ یا ایک شخص جانتا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کا قرب حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ دل میں تڑپ اور خواہش بھی رکھتا ہے۔ کہ اسے خدا تعالےٰ کا قرب حاصل ہو۔ لیکن جب وقت آتا ہے۔ تو مادی اشیاء کیلئے جذباتِ محبت یا مادی نقصان کے خیال سے جذباتِ خوف اس پر غالب آجاتے ہیں۔ اور وہ اللہ تعالےٰ کے قرب کے ذریعہ کو اختیار نہیں کر سکتا۔ ایسے لوگوں کے لئے اندرونی نہیں بلکہ بیرونی علاج کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ جیسے چھت کی کڑیاں جب گرنے لگیں۔ تو ضروری ہوتا ہے۔ کہ ان کے نیچے سہارا دیا جائے اگر بجائے سہارا دینے کے چھت کے اوپر مٹی ڈالنی شروع کر دی جائے۔ تو کڑیاں مٹی کا بوجھ نہیں اٹھا سکیں گی اور گر جائینگی۔ اس میں شبہ نہیں۔ کہ ایک وقت چھت پر مٹی ڈالنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر دوسرے وقت مٹی ڈالنے کی بجائے چھت کی کڑیوں کے نیچے کوئی سہارا کھڑا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح

قوتِ عملی کی انتہائی کمزوری

کی صورت میں بیرونی سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ سہارا کیا ہو سکتا ہے۔ اس کے لئے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ جب ایک شخص کو کسی بات کا علم پہلے سے حاصل ہو۔ تو سہارا یہ تو نہیں ہو سکتا۔ کہ اُسے

خدا تعالےٰ کے غضب سے خوف

دلایا جائے۔ یا اللہ تعالےٰ کی محبت کے حاصل کرنے کی اسے تلقین کی جائے۔ کیونکہ ان باتوں کا تو اسے پہلے سے علم ہے۔ قوتِ ارادی اس میں ہے۔ مگر کامل نہیں۔ علم ہم نے دیا مگر خدا تعالیٰ کی محبت اور اسکے غضب کا خوف دل کے زنگ کی وجہ سے اس پر اثر نہ کر سکا۔ اب اس کے لئے کسی اور چیز کی ضرورت ہے اور وہ چیز سوائے اسکے کیا ہو سکتی ہے۔ کہ خدا تو اس کی نظروں سے اوجھل ہے۔ لیکن انسان اس کی نظر سے اوجھل نہیں۔ اسی لئے وہ خدا سے نہیں ڈرتا۔ لیکن بندے سے ڈر جاتا ہے۔ پس اگر ایسے شخص کے دل میں ہم بندے کا رعب ڈالدیں۔ یا مادی طاقت سے کام لیکر اس کی اصلاح کریں۔ تو اس کی بھی اصلاح ہو سکتی ہے۔

غرض یہ تینوں قسم کے لوگ دنیا میں موجود ہیں۔ اور دنیا میں یہ تینوں بیماریاں اکٹھی موجود ہوتی ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن میں عمل کی کمزوری اس وجہ سے ہوتی ہے کہ ان کا ایمان کامل نہیں ہوتا۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن میں عمل کی کمزوری اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اس کا علم کامل نہیں ہوتا۔ اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ جو ایمان اور علم رکھتے ہیں۔ لیکن دوسرے ذرائع سے ان کے قلوب پر ایسا زنگ لگ جاتا ہے۔ کہ یہ دونوں علاج ان کے لئے کافی نہیں ہوتے۔ اور ضروری ہوتا ہے۔ کہ ان کے لئے بیرونی ہتھیاروں سے کام لیا جائے۔ جیسے پاؤں کی ہڈی جب بعض دفعہ ٹوٹ جاتی ہے۔ تو ڈاکٹر ہڈی کو جوڑ کر لکڑی کا اسے سہارا دیدیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ تھوڑے دنوں کے بعد ہڈی اپنی جگہ پر مضبوطی سے قائم ہو جاتی ہے۔ اور سہارے کی اُسے ضرورت نہیں رہتی۔ اسی طرح اس قسم کے انسان کے لئے بھی کچھ دنوں کے لئے

سہارا کی ضرورت

ہوتی ہے۔ گو پہلے اس میں کام کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ لیکن سہارا لیتے لیتے آخر اسے صحیح طور پر کام کرنے کی طاقت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ سہارے کا محتاج نہیں رہتا۔ ان ذرائع کا جو پہلا حصہ ہے یعنی قوتِ ارادی کی مضبوطی اس کے لئے خدا تعالےٰ کے انبیاء دنیا میں آتے اور تازہ اور زندہ معجزات و نشانات دکھاتے ہیں۔ ہماری جماعت کے پاس تو اللہ تعالےٰ کے تازہ بتازہ نشانات کا اتنا وافر سامان موجود ہے کہ اتنا سامان کیا۔ اس سامان کے قریب قریب بھی کسی کے پاس موجود نہیں اور اسلام کے باہر کوئی مذہب دنیا میں اسوقت ایسا نہیں جس کے پاس خدا تعالیٰ کا تازہ بتازہ کلام اسکے زندہ معجزات اور اسکی ہستی کا مشاہدہ کرانیوالے نشانات موجود ہوں جو انسانی قلوب کو ہر قسم کی آلائشوں سے صاف کرتے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت سے لبریز کر دیتے ہیں۔ لیکن باوجود اس ایمان کے اور باوجود ان تازہ اور زندہ معجزات کے پھر کیوں ہماری جماعت کے اعمال میں کمزوری ہے؟ اس کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ اسکی ایک وجہ یہ ہے۔ کہ

ہمارے سلسلہ کے علما اور واعظین

نے ان چیزوں کے پھیلانے کی طرف اب تک کوئی توجہ نہیں کی۔ تم یہ تو دیکھو گے کہ ہمارے علماء جاتے اور مناظروں میں وفات مسیح پر گلا پھاڑ پھاڑ کر تقریریں کرتے ہیں۔ مگر تم کبھی نہیں دیکھو گے کہ انہوں نے جماعت کے سامنے

احمدیت کی صحیح تعلیم

پیش کرنے کی کوشش کی ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہماری جماعت میں ایسے لوگ تو مل جائیں گے جو وفات مسیح کے دلائل جانتے ہونگے۔ مگر ایسے لوگ بہت کم ملیں گے۔ جنہیں علم ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمارے سامنے اللہ تعالیٰ کو کس رنگ میں پیش کیا۔ آپ نے معرفت اور محبت الٰہی کے حصول کے کیا طریق بتائے اس کے قرب کے حاصل کرنے کی آپ نے کن الفاظ میں تاکید کی۔ خدا تعالیٰ نے کیسے تازہ کلام اور اس کے معجزات و نشانات آپ پر کس شان کے ساتھ ظاہر ہوئے۔ اور چونکہ وفات مسیح ؑ کے مسئلہ سے عملی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ اس لئے جماعت اس پہلو میں کمزور رہتی ہے۔ پس جب تک اس طرف ہماری جماعت کے علماء توجہ نہیں کرتے اور اس امر کی طرف ویسی ہی توجہ نہیں کرتے جیسی توجہ انہیں کرنی چاہیئے۔ اس وقت تک جماعت کا وہ طبقہ جو قوت ارادی کی کمزوری کی وجہ سے عملی اصلاح نہیں کر سکتا ڈبکیاں کھاتا رہیگا تم اپنے محلوں میں پھر کر دیکھ لو

کتنے نوجوان ہیں

جنہیں یہ شوق ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ اور انہیں بھی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔ وہ بھی الہام الٰہی کے مورد بنیں اور ان سے بھی خدا تعالیٰ ہم کلام ہو اگر واقعہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام انہیں معلوم ہوتا۔ اگر انہیں پتہ ہوتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے کس قدر عظیم الشان نشانات دکھائے اور خدا تعالیٰ نے کس طرح آپ سے کلام کیا تو کیا ممکن تھا کہ وہ اس مقام کے حصول کی خواہش نہ کرتے وہ کسی کو اچھا کپڑا پہنے دیکھتے ہیں۔ تو فوراً اس کی نقل میں اچھا کپڑا پہننا شروع کر دیتے ہیں وہ کسی کو اچھی ٹوپی پہنے دیکھتے ہیں۔ تو ان کے دل میں بھی خواہش پیدا ہوتی ہے کہ وہ بھی اسی قسم کی ٹوپی لیں۔ پھر کس طرح ممکن ہے کہ انہیں اس بات پر یقین کامل ہوتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ کے الہامات نازل ہوتے تھے۔ وہ آپ کے لئے تازہ بتازہ نشانات ظاہر کیا کرتا تھا اور ان کے دلوں میں حسرت پیدا نہ ہوتی اور وہ بھی ان باتوں کے حصول کے لئے کوشش نہ کرتے۔ پھر غور کرو۔ کہ کیا واقعہ میں ان میں

وحی والہام کا مورد

بننے کی وہی خواہش ہے۔ جو ایک نبی کے قریب زمانہ کے ماننے والوں میں ہونی چاہیئے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ لڑکے ایک کو اچھی پگڑی پہنے دیکھتے ہیں تو فوراً اس جیسی پگڑی خریدنے کی کوشش کرتے ہیں عمدہ رومی ٹوپی پہنے دیکھتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ ان کے سر پر بھی ویسی ہی رومی ٹوپی ہو کسی کے پاس اچھا تولیہ دیکھتے ہیں تو اس کی نقل میں خود بھی ایک اچھا سا تولیہ خریدنے کی کوشش کرتے ہیں غرض

وہ ہر چیز کی نقل

کرنا چاہتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ یہ عظیم الشان چیز۔ کہ خدا تعالیٰ کا قرب انسان کو حاصل ہو۔ اس کا الہام اس پر نازل ہو اس کی وحی کا وہ مورد ہو اور اس کے تازہ اور زندگی بخش کلام کو وہ سننے والا ہو اس کی نقل کرنے کی وہ کوشش نہیں کرتے صاف پتہ لگتا ہے کہ انہیں ان چیزوں کا علم نہیں دیا جاتا اور خدا تعالیٰ کے تازہ نشانات کا ان کے سامنے ذکر نہیں کیا جاتا مجھے یاد ہے بچپن میں

ہمارا چھوٹا بھائی مبارک احمد

سخت بیمار تھا۔ اس نے ایک کپڑے کی خواہش کی۔ یہ اس کی مرض موت تھی۔ کلکتہ کی کوئی فرم تھی اس سے وہ کپڑا مل سکتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ کپڑا اس کے لئے منگوایا مگر اس کے بعد مبارک احمد شاید فوت ہو گیا یا اور زیادہ بیمار ہو گیا کہ اسے اس کپڑے کی خواہش نہ رہی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہ کپڑا ہم تینوں بھائیوں میں بانٹ دیا۔ میں نے اس کی صدری بنوالی۔ جب میں صدری پہن کر باہر نکلا۔ تو ایک دوست مجھے دیکھتے ہی کہنے لگے۔ آپ یہیں ٹھیریں مجھے ایک کام ہے میں ابھی آتا ہوں۔ یہ کہکر وہ چلے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد آگئے۔ میں نے پوچھا کہاں گئے تھے کہنے لگے ایک ضروری کام تھا۔ دو تین دن کے بعد وہ آئے تو انہوں نے بھی ایک صدری پہنی ہوئی تھی۔ کہنے لگے جب میں نے آپ کو صدری پہنے دیکھا تو میں نے کہا۔ میں بھی اب اس قسم کی دھاری دار صدری بنوا کر رہونگا۔ چنانچہ اسی وقت میں گیا اور بازار سے کپڑا خرید کر صدری سلوائی خیر اس میں بھی ایک لطیفہ تھا۔ اور وہ یہ کہ ہمارا کپڑا اٹسری تھا اور اس دوست کا کپڑا گبرون یا لدھیانہ کی قسم کا تھا۔ لیکن اس سے اس خواہش کا پتہ چلتا ہے۔ جو

دوسرے کی اچھی چیز دیکھ کر

انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اب کیا یہ لطیفہ نہیں کہ کسی کی دھاری دار صدری دیکھ کر تو دل بے تاب ہو جائے اور یہ خواہش پیدا ہو کہ کاش میرے پاس بھی ایسی ہی صدری ہو لیکن الہام الٰہی کا ذکر سن کر۔ اللہ تعالیٰ کے قرب اور محبت کی باتیں سن کر ہمارے دلوں میں یہ خواہش پیدا نہ ہو۔ کہ ہمیں بھی الہام ہو اور ہمارے لئے بھی خدا تعالیٰ اپنے نشانات دکھایا کرے اور ہمیں بھی اپنی محبت سے نوازے۔ اس کی بڑی وجہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے یہ ہے کہ ہمارے سلسلہ کے علماء اور ہمارا سمجھدار طبقہ نوجوانوں کے سامنے اس رنگ میں ان باتوں کو پیش نہیں کرتا۔ کہ یہ امور سہل الحصول اور ممکن الحصول ہیں۔ اول تو انہیں پتہ ہی نہیں ہوتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ کا کیا تعلق تھا اور اگر پتہ بھی ہو تو وہ خیال کرتے ہیں کہ یہ باتیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مخصوص تھیں۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ پس اگر یہ تڑپ ہماری جماعت میں عام ہو جائے۔ تو ایک بہت بڑا طبقہ ہماری جماعت میں ایسا پیدا ہو سکتا ہے۔ جو گناہ کو بہت حد تک مٹا دیگا ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ

گناہ بالکل مٹ جائیگا۔

کیونکہ یہ بہت مشکل بات ہے مگر بہت حد تک گناہ پر غالب آیا جا سکتا ہے یا اکثر حصہ جماعت میں ایسے لوگوں کا پیدا کیا جا سکتا ہے جو گناہ پر غالب آجائے ورنہ کوئی نہ کوئی گنہگار تو ہر جماعت میں موجود ہوتا ہے جیسے کوئی نہ کوئی مریض یورپ میں بھی ہوتا ہے مگر ہندوستان میں چونکہ مریضوں کی کثرت ہے اس لئے ہم کہتے ہیں ہندوستان میں زیادہ بیماریاں ہیں۔ یہاں کی اوسط عمر بیس سال ہے اور یورپ والوں کی اوسط عمر پچاس سال ہے اور گو یہ بھی مرتے ہیں اور وہ بھی اور یہ بھی بیمار ہوتے ہیں اور وہ بھی لیکن کثرت و قلت کے فرق کی وجہ سے یورپ کو ہندوستان سے بہتر سمجھا جاتا ہے۔ غرض یہ فرق جماعت میں ہو سکتا ہے اور بہت سا حصہ ایسا پیدا کیا جا سکتا ہے جو نیک ہو مگر یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب ہماری جماعت کے علماء باہر جاکر وفات مسیح ؑ پر زور دینے کی طرح جماعت کی اصلاح کی بھی کوشش کریں اور یہ بتا بتا کر اصلاح کریں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کس قدر برکات سے حصہ دیا ہے آپ پر کس طرح الہامات نازل ہوتے تھے کس طرح اللہ تعالیٰ آپ سے محبت کرتے تھے اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید کے لئے کیسے کیسے عظیم الشان نشانات ظاہر فرماتا تھا۔

اور آپ کے لئے کس طرح اپنی غیرت کا اظہار کیا کرتا تھا۔ اور یہ کہ یہ باتیں اب بھی حاصل ہو سکتی ہیں۔ اگر یہ باتیں بار بار جماعت کے سامنے بیان کی جائیں۔ تو یقیناً اس میں طاقت پیدا ہو سکتی ہے۔ اور اس کی قوتِ ارادی ایسی مضبوط ہو سکتی ہے۔ کہ وہ ہزاروں گناہوں پر غالب آ جائے اور ان سے ہمیشہ کے لئے محفوظ رہے۔

دوسری چیز علمی قوت ہے

جو اصلاح اعمال میں مد ہوتی ہے۔ اس کے متعلق میں بتا چکا ہوں۔ کہ غلطی سے یہ سمجھ لیا جاتا ہے۔ کہ کچھ گناہ بڑے ہوتے ہیں اور کچھ چھوٹے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ جن گناہوں کو وہ چھوٹا سمجھتے ہیں وہ ان کے قلوب میں راسخ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اگر ہمارے علماء اس بات پر بھی زور دیں۔ اور لوگوں کو بتایا کریں۔ کہ

کوئی گناہ چھوٹا نہیں ہوتا

ہر گناہ خطرناک زہر ہے۔ تو جماعت کی بہت کچھ اصلاح ہو جائے۔ مگر جہاں تک مجھے معلوم ہے سال بھر میں ایک مولوی ایک لیکچر بھی اس قسم کا نہیں دیتا۔ اگر وہ اس قسم کے لیکچر دیتے تو یقیناً لوگوں کی اصلاح ہو جاتی۔ خصوصیت سے اس قسم کے لیکچروں کی کالجوں۔ سکولوں اور مدرسوں میں ضرورت ہؤا کرتی ہے۔ مگر جا کر سکول میں دریافت کر لو۔ اس قسم کے کتنے لیکچر لڑکوں کے سامنے دیئے جاتے ہیں۔ بعض دفعہ تمہیں معلوم ہوگا۔ کہ پانچ سال سے تمہارا لڑکا سکول میں داخل ہے۔ مگر اس قسم کی باتیں ایک دفعہ بھی اس کے کانوں میں نہیں پہونچائی گئیں۔ حالانکہ یہ وہ چیزیں ہیں۔ جو

روزانہ لڑکوں کے سامنے

بیان ہونی چاہئیں:

پس علمی کمزوری کی وجہ سے بھی بہت سی غلطیاں ہو جاتی ہیں مگر ہمارے سکولوں میں اس قسم کی علمی کمزوری کو دور کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں کیجاتی۔ بلکہ الٹا ایسی تعلیم دی جاتی ہے۔ جو

اخلاق کو خراب کرنیوالی

اور خیالات کو پراگندہ کرنے والی ہوتی ہے۔ چنانچہ سکولوں میں تعلیم یہ دی جاتی ہے۔ کہ اگر کسی عورت سے کوئی غیر مرد محبت کرے۔ اور وہ اس کی خواہشوں کا جواب نہ دے تو وہ بے وفا ہوتی ہے ہماری پرانی شاعری میں اس کے سوا اور ہے ہی کیا۔ یہی اس میں ذکر آتا ہے۔ کہ اگر کوئی مرد کسی لڑکی کو اپنے قابو میں لانا چاہے اور وہ اس کا کہا مان لے۔ تو وہ باوفا ہے ورنہ بے وفا اور ظالم ہے۔ یہ تعلیم اس وقت دی جاتی ہے۔ جب لڑکی اور لڑکے کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ہوس کیا ہوتی ہے۔ محبت کیا ہوتی ہے۔ اور عشق کیا ہوتا ہے۔ اور وصل کیا ہوتا ہے مگر وہ شعر پڑھتا اور آہیں بھرتا ہے۔ اور جب اس میں مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس کے سامنے اس قسم کا کوئی منظر آتا ہے۔ تو وہ کہتا ہے۔ اب مجھے ظالم نہیں بلکہ باوفا بننا چاہیئے۔ پس سکولوں میں اچھی تعلیم تو کیا۔ بری تعلیم دی جاتی ہے۔ اور ہماری احمدیہ جماعت بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ اسی لئے میں نے کہا ہے۔ کہ جب تک

تعلیم کے کورس

بدل نہیں دیئے جاتے۔ جب تک پرانی شاعری کو لعنت قرار دے کر اسے الگ پھینک نہیں دیا جاتا۔ جب تک اس شاعری کا شوق رکھنے والے کو سزائیں نہیں دی جاتیں۔ اور جب تک ان اشعار کی جگہ ایسے اشعار نہیں پڑھائے جاتے جو اخلاق کے لئے مفید ہوں۔ اس وقت تک اصلاح کسی طرح نہیں ہو سکتی:

تیسری چیز دوسرے کا سہارا ہے

جو دو قسم کا ہوتا ہے ایک نگرانی کا اور دوسرا جبر کا۔ یعنے کچھ حصہ سہارے کا ایسا ہوتا ہے۔ جو نگرانی پر مشتمل ہوتا ہے۔ مثلاً ایک دوست پاس بیٹھ جاتا ہے۔ اور وہ کہتا ہے میں تمہیں فلاں بدی کا ارتکاب کرنے نہیں دوں گا۔ اور ایک حصہ سہارے کا ایسا ہوتا ہے۔ جو جبر پر مشتمل ہوتا ہے۔ یعنی اسے مارا پیٹا جاتا ہے اس پر جرمانہ کیا جاتا ہے۔ اس کا بائیکاٹ کیا جاتا ہے۔ اور اس طرح اسے مجبور کر دیا جاتا ہے۔ کہ وہ نیک اعمال اختیار کرے۔ اس جبر کے نتیجہ میں گو ابتداء میں وہ جبراً نیکی کے اعمال بجا لاتا ہے۔ لیکن آہستہ آہستہ اس کے دل میں بھی ایمان پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور وہ خوشی سے نیک اعمال میں حصہ لینے لگ جاتا ہے:

یہ ذرائع ہیں جن سے

بُرے اعمال کا علاج

کیا جا سکتا ہے۔ بغیر ان ذرائع کو اختیار کئے اصلاح اعمال میں کبھی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ یعنی ایمان کا پیدا کرنا علم صحیح کا پیدا کرنا۔ نگرانی کرنا اور جبر کرنا۔ یہ چار چیزیں ہیں۔ جن کے بغیر تمام قوم کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ دنیا میں ایک طبقہ ایسا ہوتا ہے۔ جو ایمانی قوت اپنے اندر نہیں رکھتا۔ ایسے لوگوں کے قلوب میں اگر

قوتِ ایمانیہ

بھر دی جائے۔ تو ان کے اعمال درست ہو جاتے ہیں۔ لیکن ایک طبقہ ایسا ہوتا ہے جو عدم علم کی وجہ سے گناہوں کا شکار ہوتا ہے۔ اس کے لئے علم صحیح کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ایک طبقہ جو نیک اعمال میں حصہ لینے کے لئے دوسروں کی مدد کا محتاج ہوتا ہے۔ وہ

نگرانی کا مستحق

ہوتا ہے۔ اور وہ طبقہ جو بالکل گرا ہؤا ہو۔ وہ سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ اور جب تک اسے سزا نہ دی جائے۔ اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی اگر ہم ان چاروں ذرائع کو اختیار کریں گے۔ تو ہم کامیاب ہوں گے۔ اور اگر ہم ان چاروں ذرائع میں سے ایک ذریعہ کو بھی چھوڑ دیں گے تو کامیابی حاصل نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ جس زمانہ میں مذہب کے پاس نہ حکومت ہو نہ تلوار۔ اس زمانہ میں یہ چاروں علاج ضروری ہوتے ہیں۔ مگر یہ کہ پہلے دو ذرائع کو چھوڑ کر مؤخر الذکر دو ذرائع کی تفصیل کیا ہے اور کس کس طرح ان پر عمل کرنا چاہیئے اس کے متعلق میں بتا چکا ہوں۔ کہ یہ میری

تحریک جدید کا دوسرا حصہ

ہے۔ اور انہیں اسی وقت بیان کیا جائے گا جب تحریک جدید کے دوسرے حصہ کو پیش کرنے کا وقت آیا۔ لیکن اصول میں نے بیان کر دیئے ہیں۔ اور اس سے دوست بہت حد تک فائدہ بھی اٹھا سکتے ہیں۔ لیکن دو چیزیں ایسی ہیں۔ جن پر اسی وقت عمل شروع ہو جانا ضروری ہے۔ ان میں سے

پہلی چیز

جس پر ابھی سے عمل شروع کر دینا چاہیئے یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشانات آپ کی وحی۔ آپ کے الہامات اور آپ کے تعلق باللہ کا متواتر لوگوں کے سامنے ذکر کیا جائے۔ اور ہر شخص کو بتایا جائے کہ اللہ تعالےٰ کے قرب کے کیا فوائد ہیں۔ اس کی محبت انسان کو کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اس کا پیار جب کسی انسان کے شامل حال ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس سے کس طرح امتیازی سلوک کرتا ہے حضرت عیسےٰ بے شک زندہ آسمان پر بیٹھے رہیں۔ ان کا آسمان پر زندہ بیٹھے رہنا اتنا نقصان دہ نہیں جتنا خدا تعالےٰ کا ہمارے دلوں میں مردہ ہو جانا نقصان دہ ہے۔ پس کیا فائدہ اس بات کا کہ تم حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی وفات پر زور دیتے ہو۔ جبکہ دوسری طرف خدا تعالیٰ کو لوگوں کے دلوں میں تم مار رہے ہو۔ اور اسے زندہ کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔

خدا تعالیٰ بیشک حی و قیوم ہے

اور وہ کبھی نہیں مرتا۔ مگر بعض انسانوں کے لحاظ سے وہ مر بھی جاتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے ایک استاد کا جو بھوپال کے رہنے والے تھے واقعہ سنایا کرتے تھے۔ آپ فرماتے۔ انہوں نے ایک دفعہ رویا میں دیکھا۔ کہ بھوپال کے باہر ایک پُل ہے۔ وہاں ایک کوڑھی پڑا ہؤا

ہے جو کوڑھی ہونے کے علاوہ آنکھوں سے اندھا ہے۔ ناک اس کا کٹا ہوا ہے انگلیاں اس کی جھڑ چکی ہیں۔ اور تمام جسم میں پیپ پڑی ہوئی ہے۔ اور مکھیاں اس پر بھنبھنا رہی ہیں۔ وہ کہتے مجھے اسے دیکھ کر سخت کراہت آئی۔ اور میں نے پوچھا۔ بابا تو کون ہے وہ کہنے لگا میں اللہ میاں ہوں۔ یہ جواب سن کر مجھ پر سخت دہشت طاری ہوئی اور میں نے کہا تم اللہ میاں ہو۔ آج تک تو سارے انبیاء دنیا میں یہی کہتے چلے آئے کہ اللہ تعالےٰ

سب سے زیادہ خوبصورت

ہے۔ اور اس سے بڑھ کر اور کوئی حسین نہیں۔ ہم جو اللہ تعالےٰ سے عشق اور محبت کرتے ہیں۔ تو کیا اسی شکل پر۔ اس نے کہا انبیاء جو کچھ کہتے آئے وہ ٹھیک اور درست ہے۔ میں اصل اللہ میاں نہیں۔ میں بھوپال کے لوگوں کا اللہ میاں ہوں۔ یعنی بھوپال کے لوگوں کی نظروں میں میں ایسا ہی سمجھا جاتا ہوں۔ تو اللہ میاں یوں تو نہیں مرتا۔ مگر جب کوئی انسان اسے بھلا دیتا ہے۔ تو اس کے لحاظ سے وہ مر جاتا ہے۔ تو عجیب بات ہے ہمارے علماء حضرت عیسےٰؑ کو مارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی اللہ تعالےٰ کو زندہ کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ حالانکہ کسی وقت اگر یہ سوال پیدا ہو جائے۔ کہ عیسےٰ مر جائے مگر ساتھ خدا تعالےٰ بھی مر جائیں گے۔ تو یقیناً ہم یہی کہیں گے۔ کہ اگر عیسےٰؑ زندہ رہتا ہے تو زندہ رہنے دو۔ لیکن خدا کو نہ مرنے دو۔ کیونکہ اگر خدا زندہ رہا۔ تو وہ زندہ عیسےٰ کی وجہ سے کبھی دنیا میں کوئی بگاڑ پیدا ہونے نہیں دے گا۔

غرض

اصل مضامین

جن کی طرف ہمارے مبلغین کو توجہ کرنی چاہیئے ان کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ اور نہ دلوں میں ایمان پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بلکہ خشک دلائل سے لوگوں کے قلوب پر اثر ڈالا جاتا ہے۔ حالانکہ جس کے پاس اللہ تعالیٰ کے تازہ نشانات اور معجزات ہوں۔ اور جو مشاہدہ اور رویت کے طور پر خدا تعالےٰ کی ہستی کا ثبوت دے سکتا ہو۔ اسے خشک دلائل سے خدا تعالےٰ کے وجود کو ثابت کرنے کی کیا ضرورت ہے کوئی احمق ہی ہوگا۔ کہ جب اس سے ایسی حالت میں جبکہ سورج چڑھا ہوا ہو۔ سورج کے چڑھنے کا ثبوت مانگا جائے۔ تو وہ دلائل دینا شروع کر دے۔ اور کہنے لگ جائے کہ

سورج کی روشنی

سفید ہوتی ہے۔ جب اس کی روشنی زمین پر پھیلتی ہے۔ تو ہر چیز نظر آنے لگتی ہے اتنے بجے چڑھتا ہے اور اتنے بجے غروب ہوتا ہے۔ کیا دنیا میں تم نے کوئی ایسا گدھا اور بے وقوف بھی دیکھا۔ جو سورج کی موجودگی میں سورج کے چڑھنے کے دلائل دیتا ہو۔ ایسی حالت میں تو جب کوئی سورج کے طلوع ہونے کا ثبوت مانگے۔ ایک ہی علاج ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ اس کی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھ کر اس کا مونہہ سورج کی طرف کر دو۔ اور کہو دیکھ لو یہ سورج ہے۔ خدا تعالےٰ بھی اسوقت

ہمارے سامنے جلوہ گر

ہے۔ اور وہ بھی عریاں ہو کر اپنی تمام صفات کے ساتھ دنیا کے سامنے رونما ہو گیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ وہ اپنے سارے حسن کے ساتھ جلوہ نما ہے ایسی حالت میں اگر

ہمارے واعظ اور مبلغ

خشک دلائل دینے میں لگے رہتے ہیں۔ تو ان جیسا احمق اور بے وقوف کون ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت میں تو ایک ہی علاج ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ لوگوں کے گلے پکڑ کر ان کی آنکھیں اوپر کو اٹھا دی جائیں۔ اور کہا جائے دیکھ لو وہ خدا ہے۔ جس نے اپنے تازہ نشانات سے دنیا پر اپنے وجود کو ثابت کیا۔ یہی چیز ہے جو جماعت کی عملی قوت کو مضبوط کر سکتی ہے۔ تم بچوں۔ جوانوں مردوں عورتوں اور نو وارد احمدیوں کے سامنے یہ باتیں پیش کرو۔ انہیں بتاؤ۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ کس طرح اللہ تعالےٰ کا جلال ظاہر ہوا۔ انہیں سمجھاؤ کہ خدا تعالےٰ کا قرب حاصل کرنے کے کیا ذرائع ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی محبت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ پھر دیکھو گے کہ وہی لڑکے جو دھاری دار صدریوں کی نقل کرنے کا شوق رکھتے ہیں۔ خدا تعالےٰ کے ملنے کی تڑپ بھی اپنے دلوں میں پیدا کریں گے۔ اور اس کے قرب میں بڑھتے چلے جائینگے۔ پھر جن میں علم کی کمی ہے۔ اس ذریعہ سے ان کی علمی کمی بھی دور ہو جائے گی۔ اب تو ایسا ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ایک معمولی سی بات پر ہم میں سے کسی کو ابتلا آ جاتا ہے۔ مثلاً پانچ روپے اس نے کسی کے دینے تھے۔ مگر وہ دیتا نہیں تھا۔ خلیفۂ وقت کے سامنے معاملہ پیش ہوا۔ تو اس نے پانچ روپے اس سے لے کر مستحق کو دلوا دیئے۔ بس اتنی سی بات پر اسے ابتلا آ جاتا ہے۔ اور وہ لوگوں سے کہنا شروع کر دیتا ہے۔ خلیفہ نے پانچ روپے مجھ سے ناحق لے کر دوسرے کو دے دیئے۔ یہ الگ سوال ہے کہ وہ پانچ روپے اس کے نہیں تھے۔ بلکہ دوسرے ہی کے تھے۔ بلکہ سوال یہ ہے کہ اگر مبلغین اور واعظین کے ذریعہ بار بار جماعتوں کے کانوں میں یہ آواز پڑتی رہے کہ پانچ روپیہ کیا۔ پانچ ہزار روپیہ کیا۔ پانچ لاکھ روپیہ کیا۔ پانچ ارب روپیہ کیا۔ اگر

ساری دنیا کی جانیں بھی خلیفہ کے ایک حکم کے آگے قربان

کر دی جاتی ہیں۔ تو وہ بے حقیقت اور ناقابل ذکر چیز ہیں تو اس قسم کے ابتلاء جماعت کے بعض لوگوں پر کیوں آئیں پھر اگر انہیں بار بار بتایا جائے کہ

ساری برکت نظام میں

ہی ہے انہیں سمجھایا جائے۔ کہ جس وقت اللہ تعالےٰ کسی قوم میں سے نظام اٹھا لیتا ہے۔ تو اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ خدا تعالےٰ اس قوم پر اپنی لعنت ڈالنا چاہتا ہے۔ اگر یہ باتیں ہر مرد ہر عورت ہر بچے اور ہر بوڑھے کے ذہن نشین کی جائیں۔ اور ان کے دلوں پر ان کا نقش کیا جائے۔ تو وہ ٹھوکریں جو عدم علم کی وجہ سے لوگ کھاتے ہیں کیوں کھائیں۔ مگر قادیان میں ہی بعض مجلسوں میں یہ تو سننے میں آ جائیگا۔ کہ خلیفہ خدا تھوڑا ہی ہوتا ہے۔ وہ بھی غلطی کر سکتا ہے۔ جیسے عام انسان غلطی کر سکتے ہیں۔ مگر اس قسم کے الفاظ لوگوں کے مونہہ سے کم سنائی دیں گے کہ خدا تعالےٰ خود قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ خلفاء جن امور کا فیصلہ کیا کرتے ہیں۔ ہم ان امور کو دنیا میں قائم کر کے رہتے ہیں۔ وہ فرماتا ہے

ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم

یعنی: وہ دین اور وہ اصول جو خلفاء دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں ہم اپنی ذات کی ہی قسم کھا کر کہتے ہیں۔ کہ ہم انہیں دنیا میں قائم کر کے رہیں گے پس اگر یہ باتیں لوگوں کو سنائی جائیں تو کیوں معمولی معمولی باتوں پر وہ ٹھوکریں کھائیں یہ سب سے اہم ذمہ داری علماء پر عائد ہوتی ہے مگر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حافظ روشن علی صاحب مرحوم کے بعد اور کوئی عالم ایسا نہیں نکلا۔ جس نے اس ذمہ داری کو پوری طرح سمجھا ہو۔ حافظ صاحب مرحوم صرف ایک عالم ہی نہیں تھے۔ بلکہ انہیں لوگوں کی اصلاح کا خیال رہتا تھا۔ اور وہ ہر معاملہ میں دخل دیتے تھے۔ اور چاہتے تھے۔ کہ لوگوں میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو۔ حالانکہ انہیں کوئی غیر معمولی طاقتیں حاصل نہیں تھیں۔ ان کی نظر کمزور تھی۔ اور ان کے قوےٰ بھی کمزور تھے۔ مگر چونکہ ان کی

قوت ارادی

اور ایمان بہت مضبوط تھا۔ اس لئے وہ سب کام بخوبی کرتے تھے۔ اگر ہمارے علما اس طرف توجہ کریں۔ اور اپنے لوگوں کی عملی اصلاح کو غیروں کے عقیدوں کی اصلاح کے برابر ہی ضروری سمجھیں۔ تو چند دن کے اندر ہی کایا پلٹ سکتی ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں جو دوسرے قدم ہیں ان کا اٹھانا بھی ہمارے لئے آسان ہو سکتا ہے ؛

مجھے افسوس ہے کہ گو یہ مضمون نہایت ہی اہم ہے۔ مگر چونکہ اب عصر کا وقت قریب ہو رہا ہے۔ اور میرا گلا بھی بیٹھ گیا ہے اس لئے میں

اصلاح اعمال کے متعلق اپنے خطبات

کو موجودہ صورت میں ختم کرتا ہوں۔ کیونکہ میں نے بتایا ہے کہ اس مضمون کے زیادہ تر حصے ایسے ہیں جو تحریک جدید کے دوسرے حصہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا ابھی وقت بیان کرنا مناسب ہے لیکن اس سے پہلے ہماری جماعت کے علماء لوگوں کو تیار کر سکتے ہیں اور دوسرے لوگ بھی جن کو خدا تعالیٰ نے علم و فہم بخشا ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی خشیت اپنے دلوں میں رکھتے اور الہی محبت کے حاصل کرنے کی خواہش اپنے قلوب میں پاتے ہیں۔ لوگوں کو اس رنگ میں تیار کر سکتے اور ان کے اعمال کی اصلاح میں حصہ لے سکتے ہیں اور میرے کام میں سہولت پیدا کر کے خدا تعالیٰ کی نظر میں

خلیفہ وقت کے نائب

قرار پا سکتے ہیں۔ اس کام کا طریق میں بتا چکا ہوں جو یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکات اور آپ کے فیوض لوگوں پر ظاہر کئے جائیں۔

خدا تعالیٰ کے زندہ نشانات کا بار بار ذکر

کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کے ذرائع لوگوں کو بتائے جائیں

خلیفہ وقت کی اطاعت

اور نظام کی فرمانبرداری کی تلقین کی جائے اور ان لوگوں کے اعتراضات اور وساوس سے انہیں محفوظ رکھا جائے جو نابینا ہو کر ایک بینا پر اعتراض کرتے ہیں جو لولے لنگڑے ہو کر اس شخص پر اعتراض کرتے ہیں جو چلتا پھرتا ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ پر۔ وہ آپ تو نکمے ہی تھے۔ مگر وہ چاہتے ہیں کہ دوسروں کو بھی نکما کر دیں اور انہیں بھی اپنی طرح گمراہی میں مبتلا کر دیں۔ ان کے مقابلہ میں اگر وہ لوگ جنہیں خدا تعالیٰ نے ہاتھ پاؤں دیئے ہیں اور عقل و سمجھ سے انہیں حصہ دیا ہے کام کریں اور جماعت کی تربیت کریں تو آج ہی نقشہ بدل جائے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ وہ

وفات مسیح اور ختم نبوت کے مسائل

میں ہی مشغول رہتے ہیں حالانکہ جس حصہ کی طرف ان کی توجہ ہے وہ علمی ہے اور جس حصہ کی طرف میں انہیں متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ عملی اور عرفانی ہے علم اور چیز ہے اور عرفان اور چیز ہمیں جو وفات مسیح وغیرہ مسائل کے متعلق علم کی ضرورت ہے وہ دشمن کے لئے ہے لیکن عمل اور عرفان کی اپنی جماعت کے لئے ضرورت ہے۔ مگر ہمارے علماء کی ساری توجہ اس وقت غیر احمدیوں کی طرف ہے اپنی جماعت کی طرف نہیں۔ اپنی جماعت کے متعلق غالباً وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ چاہے ڈوبے یا مرے۔ ہمیں اس سے کیا کام ہے۔ حالانکہ اگر وہ

قلوب کی اصلاح

کریں اور لوگوں کے دلوں میں عرفان اور اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کریں تو کروڑوں کروڑ لوگ احمدیت میں داخل ہونے لگ جائیں۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا فسبح بحمد ربک واستغفرہ۔ کہ اگر تبلیغ کے ذریعہ تم اپنے مذہب کی اشاعت کرو گے تو ایک ایک دو دو کر کے لوگ تمہاری طرف آئیں گے۔ لیکن اگر تم استغفار اور تسبیح کرو اور اپنی جماعت سے گناہ دور کر دو تو پھر فوج در فوج لوگ آئیں گے اور تمہارے اندر شامل ہو جائیں گے۔ تو جو ذرائع میں بتا رہا ہوں ان پر عمل کرنے سے لاکھوں اور کروڑوں لوگ احمدیت میں داخل ہو سکتے ہیں مگر جو طریق تم اختیار کئے ہوئے ہو۔ اس سے سینکڑوں سال میں بھی ہماری جماعت ساری دنیا میں نہیں پھیل سکتی اگر ہمارے اعمال اچھے ہوں۔ ہم میں دیانت اور امانت پائی جاتی ہو۔ اور ہم اتنی حلال روزی کما کر کھانے والے ہوں کہ جس کام پر مقرر کئے جائیں اس کو پوری تندہی پوری خوش اسلوبی اور پوری دیانت داری کے ساتھ کریں تو ہر جگہ کی نوکریاں مل سکتی ہیں اور وہی انگریز جو آج کہتے ہیں کہ احمدیوں کو نوکریاں نہ دو ترلے اور منتیں کر کر کے تمہیں نوکریاں دینے کے لئے تیار ہو جائینگے

مسٹر سٹرک لینڈ

کواپریٹو سوسائٹیز کے ایک انگریز رجسٹرار تھے۔ وہ شملہ میں ایک دفعہ مجھے ملے۔ اور کہنے لگے۔ آپ کے چندہ وصول کرنے والے کس طرح دیانت داری سے کام لیتے ہیں۔ میں تو جسے مقرر کرتا ہوں وہ تھوڑے دنوں میں ہی خائن ثابت ہو جاتا ہے اور مجھے اسے نکالنا پڑتا ہے۔ میں نے کہا ہمارے ہاں کوئی بددیانتی نہیں کرتا۔ کیونکہ ان کا ایمان ہے کہ بددیانتی انسانی ایمان کو ضائع کر دیتی ہے وہ اس وقت چھٹی پر جا رہے تھے۔ کہنے لگے اگر میں واپس آیا تو میں حکومت سے درخواست کرونگا کہ کواپریٹو سوسائٹیز کے انسپکٹر پہلے چھ ماہ کے لئے امام جماعت احمدیہ کے پاس بھیج دئے جایا کریں تاکہ وہ ان میں دیانت کی روح پیدا کر دیں انہوں نے احمدیت کا کافی مطالعہ کیا ہوا تھا اور وہ احمدیت سے بہت ہی متاثر تھے مگر انہوں نے تو صرف سطحی نگاہ سے جماعت کو دیکھ کر اس رائے کا اظہار کیا۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ ہم میں بھی کمزور لوگ موجود ہیں۔ اور اگر واقعہ میں ہم میں اس قسم کی کمزوریاں نہ رہیں تو اس میں کیا شبہ ہے کہ گورنمنٹ منتیں کر کر کے ہم سے آدمی مانگے اور وہ ہمارے دیانت دار آدمیوں کو اپنے محکموں کا نگران مقرر کرنے کے لئے منتیں کرے۔ پس یہ طریق ہے جس سے جماعت کی عملی اصلاح ہو سکتی ہے ورنہ خالی وفات مسیح اور ختم نبوت کے مسائل بیان کرنے سے جماعت کی عملی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ان مسائل کا بیان کرنا ضروری نہیں وہ بھی ضروری ہیں مگر وہ ایک ابتدائی حربہ ہیں۔ وہ ایسے ہی ہیں جیسے کلہاڑا لیکر ایک پہاڑ کو توڑا جائے۔ مگر جو طریق میں نے بتایا ہے وہ ایسا ہے جیسے پہاڑ کے نیچے ڈائنامیٹ رکھکر اسے ضرب لگا دی جائے۔ پس پیشتر اسکے کہ ایک تحریک جدید کا دوسرا حصہ آئے

میں علماء سے امید کرتا ہوں

کہ وہ ان لائنوں پر جماعت کو تیار کرنے کی کوشش کرینگے تاکہ وقت آنے پر جماعت کا کچھ حصہ فیل نہ ہو جائے یہ تو خدا تعالیٰ کا کام ہے اور بہرحال ہو کر رہیگا لیکن اگر تحریک جدید کے اس دوسرے حصہ کو بیان کرتے وقت دس بیس ٹھوکر کھا کر مرتد ہو جائیں تو ان کا ارتداد بھی ہمارے لئے تکلیف دہ ہوگا۔ کسی کے اگر ہزار بچے بھی ہوں تو بھی وہ پسند نہیں کر سکتا کہ اسکا کوئی بچہ مر جائے۔ پھر ہم کب پسند کر سکتے ہیں کہ جب ہم اصلاح جماعت کے لئے کوئی عملی قدم اٹھائیں تو دس بیس یا پچاس سو مرتد ہو جائیں پس دوستوں کو دعائیں کرنی چاہئیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کے قلوب کی اصلاح کرے اور اس کی خامیوں اور نقائص کو دور کرے تاجس وقت عملی اصلاح کیلئے قدم اٹھایا جائے۔"

وصیت نمبر ۴۵۹۱

منکہ رشیدہ بیگم زوجہ مولوی چراغ الدین صاحب مولوی فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ قوم راجپوت عمر ۱۹ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۴-۶-۳۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔

(۱) میری وفات کے وقت جس قدر میری جائداد ہو اس کے ۱/۵ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

(۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔

(۳) میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔

(الف) میرا مہر پانچ سو روپیہ اپنے شوہر مولوی چراغ الدین صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان کے ذمہ ہے۔ چنانچہ اس امر کی تصدیق کے لئے میں ان کے دستخط نیچے ثبت کرا رہی ہوں۔

(ب) میرا موجودہ زیور طلائی موجودہ نرخ کے مطابق (موجودہ نرخ تقریباً فی تولہ ۳۶/- روپے ہے) مبلغ چار سو روپیہ کا ہے۔

العبد:- رشیدہ بیگم بقلم خود

گواہ شد: چراغ الدین مولوی فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ شوہر موصیہ

گواہ شد:- عبد الرحمٰن مولوی فاضل کارکن عملہ الفضل

زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ مجموعہ ضابطہ دیوانی

بعدالت جناب میر سید آغا حسین شاہ صاحب نائب تحصیلدار و اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم موگہ

دریام سنگھ ولد جواہر سنگھ ذات جٹ جیتا سنگھ ولد وزیر سنگھ کشن سنگھ ولد سکنہ چھینہ تحصیل موگہ مدعی بنام بھولا سنگھ ذات جٹ سکنہ چھینہ تحصیل موگہ مدعا علیہم

دعویٰ دلا پانے مبلغ للعہ روپے بابت منفعت حصہ کمیدار اراضی لہ کنال واقعہ رقبہ چھینہ تحصیل موگہ واجب فصل خریف ۱۹۳۶ء و ربیع ۱۹۳۶ء

مقدمہ مندرجہ بالا عنوان میں جیتا سنگھ مدعا علیہ تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتا ہے۔ اس لئے بذریعہ اخبار اس کی تعمیل کرائی جانی ضروری ہے۔ لہٰذا بذریعہ اخبار اشتہار جیتا سنگھ مدعا علیہ کو بذریعہ اشتہار مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ مورخہ ۲۴-۷-۳۶ کو اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ کی کریں۔ ورنہ ان کے خلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاوے گی۔

آج بہ ثبت میرے دستخط و مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔ ۱۱-۷-۳۶ (دستخط حاکم)

(مہر عدالت)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ دفتر امداد قرضہ

مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

زیر دفعہ ۱۰ انجاب مصالحتی قرضہ قواعد ۱۹۳۵ء

نوٹس دیا جاتا ہے کہ مسمی رحمان ولد سجادل ذات کھوکھر سکنہ کھوکھا تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ نے ایک درخواست زیر دفعہ ۹ ایکٹ مندرجہ صدر گذاری ہے۔ اور بورڈ نے مورخہ ۱۹-۹-۳۶ تاریخ پیشی بمقام چنیوٹ برائے سماعت درخواست ہذا مقرر کی ہے تمام قرضخواہان مندرجہ بالا مقروض اور دیگر متعلقین کو بورڈ کے روبرو مورخہ مذکور کو اصالتاً حاضر ہونا چاہیئے۔ تحریر مورخہ ۲۴-۶-۳۶ دستخط خانبہادر میاں غلام رسول صاحب چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ضلع جھنگ

(مہر عدالت)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد قرضہ

مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

زیر دفعہ ۱۰ انجاب مصالحتی قرضہ قواعد ۱۹۳۵ء

نوٹس دیا جاتا ہے کہ مسمی جھنڈا ولد ہدایت ذات جڈیر سکنہ چک ۱۵۴ تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ نے ایک درخواست زیر دفعہ ۹ ایکٹ مندرجہ صدر گذاری ہے اور بورڈ نے مورخہ ۱۹-۹-۳۶ تاریخ پیشی بمقام چنیوٹ برائے سماعت درخواست ہذا مقرر کی ہے تمام قرضخواہان مندرجہ بالا مقروض اور دیگر متعلقین کو بورڈ کے روبرو مورخہ مذکور کو اصالتاً حاضر ہونا چاہیئے تحریر مورخہ ۲۴-۶-۳۶ دستخط خان بہادر میاں غلام رسول صاحب چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ضلع جھنگ

(مہر عدالت)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد قرضہ

مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

زیر دفعہ ۱۰ انجاب مصالحتی قرضہ قواعد ۱۹۳۵ء

نوٹس دیا جاتا ہے کہ مسمی احمد ولد جوایا ذات لوہار سکنہ احمد آباد تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ نے ایک درخواست زیر دفعہ ۹ ایکٹ مندرجہ صدر گذاری ہے اور بورڈ نے مورخہ ۱۹-۹-۳۶ تاریخ پیشی بمقام چنیوٹ برائے سماعت درخواست ہذا مقرر کی ہے تمام قرضخواہان مندرجہ بالا مقروض اور دیگر متعلقین کو بورڈ کے روبرو مورخہ مذکور کو اصالتاً حاضر ہونا چاہیئے تحریر مورخہ ۲۴-۶-۳۶ دستخط خان بہادر میاں غلام رسول صاحب چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ضلع جھنگ (مہر عدالت)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد قرضہ

مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

زیر دفعہ ۱۰ انجاب مصالحتی قرضہ قواعد ۱۹۳۵ء

نوٹس دیا جاتا ہے کہ مسمی محمد ذکریا نصیر الدین ولد محمد بخش ذات ڈھوڈی سکنہ چک نمبر ۱ تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ نے ایک درخواست زیر دفعہ ۹ ایکٹ مندرجہ صدر گذاری ہے اور بورڈ نے مورخہ ۱۹-۹-۳۶ تاریخ پیشی بمقام چنیوٹ برائے سماعت درخواست ہذا مقرر کی ہے تمام قرضخواہان مندرجہ بالا اور دیگر متعلقین کو بورڈ کے روبرو مورخہ مذکور کو اصالتاً حاضر ہونا چاہیئے۔ تحریر مورخہ ۲۴-۶-۳۶ دستخط خانبہادر میاں غلام رسول صاحب چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ضلع جھنگ (مہر عدالت)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد قرضہ

مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

زیر دفعہ ۱۰ انجاب مصالحتی قرضہ قواعد ۱۹۳۵ء

نوٹس دیا جاتا ہے کہ مسمی کرم علی ولد اللہ دتہ ذات تھورج سکنہ ڈب کلاں تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ نے ایک درخواست زیر دفعہ ۹ ایکٹ مندرجہ صدر گذاری ہے اور بورڈ نے مورخہ ۲۱-۹-۳۶ تاریخ پیشی بمقام صدر جھنگ برائے سماعت درخواست ہذا مقرر کی ہے تمام قرضخواہان مندرجہ بالا مقروض اور دیگر متعلقین کو بورڈ کے روبرو مورخہ مذکور کو اصالتاً حاضر ہونا چاہیئے۔ تحریر مورخہ ۲۴-۶-۳۶ دستخط خانبہادر میاں غلام رسول صاحب چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ضلع جھنگ (مہر عدالت)

فارم نوٹس زیر دفعہ ۱۲ ایکٹ امداد قرضہ

مقروضین پنجاب ۱۹۳۴ء

زیر دفعہ ۱۰ انجاب مصالحتی قرضہ قواعد ۱۹۳۵ء

نوٹس دیا جاتا ہے کہ مسمی مراد ولد محمد خان ذات بلوچ سکنہ عالمال شرقی تحصیل و ضلع جھنگ نے ایک درخواست زیر دفعہ ۹ ایکٹ مندرجہ صدر گذاری ہے اور بورڈ نے مورخہ ۲۲-۹-۳۶ تاریخ پیشی بمقام صدر جھنگ برائے سماعت درخواست ہذا مقرر کی ہے تمام قرضخواہان مندرجہ بالا مقروض اور دیگر متعلقین کو بورڈ کے روبرو مورخہ مذکور کو اصالتاً حاضر ہونا چاہیئے۔ تحریر ۲۴-۶-۳۶ دستخط خانبہادر میاں غلام رسول صاحب چیئرمین مصالحتی بورڈ قرضہ ضلع جھنگ

(مہر عدالت)

اسلام کی مجاہدہ بہنیں میدانِ عمل میں!

خدا کا ہزار ہزار شکر و احسان ہے کہ اس نے ہماری **کتابی تبلیغ** والی تجویز کو نہ صرف احمدی بھائیوں کی نگاہ میں ہی پسندیدہ ٹھہرایا۔ بلکہ خواتین سلسلہ میں بھی اس کو مقبول بنا دیا جس کا ثبوت ایک مخلص احمدی خاتون کی مندرجہ ذیل رائے سے بھی ظاہر ہے:-

محترمہ استانی میمونہ صوفیہ صاحبہ محلہ دار الفضل قادیان کی رائے

"مہاشہ فضل حسین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی کتب کو بطور سیٹ کے ترتیب دیا ہے۔ اور یہ سیٹ اردو، فارسی، انگریزی ہر سہ زبانوں میں ہیں۔ ان کی قیمت اصل لاگت سے بہت ہی کم رکھی ہے۔ مہاشہ صاحب نے ایک نہایت ہی اچھی تجویز سوچی ہے۔ جس کے ذریعہ دنیا کے تمام اطراف میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام نہایت آسانی سے پہونچ جائے گا۔ وہ تجویز یہ ہے کہ یہ تبلیغی سیٹ جن کی قیمت پہلے ہی کم رکھی ہے۔ اس میں مزید سہولت یہ پیدا کر دی ہے۔ کہ جو بہنیں یکمشت قیمت ادا نہ کر سکیں۔ وہ ماہوار قسطوں سے بھی ادا کر سکتی ہیں۔ جو کہ بہت ہی عمدہ تجویز ہے۔ پس اس سے بڑھ کر تبلیغ کا اور کونسا بہتر موقعہ عورتوں کے لئے ہو سکتا ہے۔ سو اس امر کا خیال رکھتے ہوئے کہ دعوت حق کا پہونچانا مرد ہو یا عورت سب پر برابر فرض ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سامان بھی مہیا فرما دیئے ہیں۔ ایسی حالت میں غفلت سے وقت کو ضائع کر دینا بدنصیبی ہے۔ غیر مذاہب کی عورتیں اپنے بودے اور کھوکھلے مذاہب کو پھیلانے کے لئے سب کچھ کر رہی ہیں۔ پھر اے صحابیات اور ان کی اولاد! کیا آپ کو اس کے نام کی لاج نہیں۔؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر عزم کر لیجئے کہ خواہ کتنی ہی مشکلات درپیش کیوں نہ ہوں۔ زیادہ نہیں تو کم از کم ایک سیٹ خرید کر ضرور ہی غیر ممالک میں بھجوائیں گی۔ تاکہ باقی دنیا بھی احمدیت یعنے حقیقی اسلام کی برکات سے حصہ لے سکے۔

محترمہ جنرل سکرٹری صاحبہ مرکزی لجنہ کے ایما پر جہاں میں نے خود اس میں حصہ لیا۔ وہاں اپنے حلقہ کی دیگر بہنوں کو بھی تحریک کی۔ اور یہ خوشی کی بات ہے۔ کہ اس وقت تک ستر روپیہ کے ۱۴ انگریزی سیٹ خریدنے کی اطلاع مرکزی لجنہ اماءاللہ قادیان کی معرفت بک ڈپو کو بھجوائی ہے۔ انشاء اللہ عنقریب اور آرڈر بھی دیا جائے گا۔

مجھے امید ہے کہ جس طرح قادیان کی خواتین نے اس تجویز کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا ہے۔ اسی طرح بیرونجات کی احمدی بہنیں بھی اس پر عمل کرتے ہوئے ثواب حاصل کریں گی"۔

رعایتی قیمت انگریزی سیٹ ۵ - رعایتی قیمت اردو سیٹ ۱۱ رعایتی قیمت فارسی سیٹ ۷

دوستو! اپنی ان مخلص بہنوں کے جوشِ عمل کو دیکھو! اور بتلاؤ کہ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ اسلام اور احمدیت کا پیغام دنیا کے کونہ کونہ میں پہونچایا جائے۔؟ اگر وقت آگیا ہے اور یقیناً آگیا ہے۔ تو پھر سوچ بچار کیسی؟ ہمت کیجئے اور زیادہ سے زیادہ تعداد میں یہ تبلیغی سیٹ خرید کر اکنافِ عالم میں پھیلا دیجئے۔

خاکسار ملک فضل حسین مینیجر بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان ضلع گورداسپور

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

لنڈن ۱۶ جولائی آج ہائڈ پارک میں ایک سنسنی خیز واقعہ رونما ہوا۔ ملک معظم ایک جلوس کی صورت میں جا رہے تھے۔ کہ یکایک ایک آدمی ہجوم کی صفوں کو چیرتا ہوا آپ کی طرف لپکا۔ لیکن بیشتر اس کے کہ وہ ملک معظم تک پہونچتا۔ اسے گرفتار کر لیا گیا مجمع میں سے اس نے ملک معظم پر ایک چیز پھینکی۔ جسے دیکھنے پر معلوم ہوا۔ کہ وہ پستول تھا۔ پستول شاہی گھوڑے کے ایک طرف لگا۔ گھوڑے نے اس کے لگنے پر دولتی جھاڑی۔ بادشاہ نے مڑ کر دیکھا اور کسی تشویش کا اظہار کئے بغیر آگے چلتے گئے۔ پولیس کا ایک سوار اس پر جھپٹا۔ اور اس نے تماشائیوں کی مدد سے حملہ آور کو گرفتار کر لیا۔ اس پر سیاسی جرم کے الزام میں مقدمہ چلایا جائے گا۔ پولیس کا ایک فوٹو گراف ظاہر کرتا ہے کہ حملہ آور نہایت میلے کچیلے کپڑے پہنے تھا۔ اور اس کے سر پر ٹوپی نہ تھی

لنڈن ۱۶ جولائی۔ حملہ کے واقعہ سے پہلے ملک معظم نے ہائڈ پارک میں فٹ گارڈز کی چھ پلٹنوں کے اجتماع میں نئے امتیازی نشانات تقسیم کرتے ہوئے ایک تقریر کی۔ جس میں یورپ کی موجودہ صورت حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔ آج انسانیت امن امن پکار رہی ہے۔ یورپ پر اس وقت جنگ کے مہیب بادل منڈلا رہے ہیں۔ لیکن میں صمیم قلب سے چاہتا ہوں کہ خدا ہمیں جنگ کی تباہ کاریوں سے محفوظ رکھے۔

شملہ ۱۶ جولائی۔ یہاں یہ افواہ بڑے زور سے پھیل رہی ہے۔ کہ ہز ایکسی لینسی گورنر پنجاب نے خان بہادر احمد یار خان دولتانہ کو میاں سر فضل حسین کا جانشین مقرر کر دیا ہے۔

برلن ۱۶ جولائی۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ حکومت جرمنی کو اہل ملک سے جنگی سامان میں اضافہ اور دیگر حربی تیاریوں کے لئے ستر کروڑ سے زائد مارکس قرضہ مل گیا ہے۔ چند دن ہوئے۔ جرمن وزیر جنگ نے تقریر کی تھی۔ جس میں کارخانہ داروں اور دیگر سرمایہ داروں کو آگاہ کیا گیا تھا۔ کہ جنگی قرضہ میں دل کھول کر حصہ لیں۔ ورنہ حکومت ان پر ٹیکس لگانے پر مجبور ہوگی۔

کانپور ۱۶ جولائی۔ آج مسٹر ایل گگا با کو ایڈیشنل سٹی مجسٹریٹ کانپور نے پچاس ہزار روپیہ کی ضمانت داخل کرنے کا حکم دیا۔ یہ ضمانت پچیس پچیس ہزار روپیہ کی دو شخصی ضمانتوں کی صورت میں دی گئی۔

میڈرڈ ۱۶ جولائی۔ سپین میں جو سیاسی انقلاب برپا ہو رہا ہے۔ اس کے پیش نظر پارلیمنٹری اجلاس ملتوی کر دیا گیا ہے۔ رائیٹ ونگ پارٹی نے آئندہ پارلیمنٹ کے بائیکاٹ کا فیصلہ کر لیا ہے۔ دار السلطنت میں فائرنگ کے حادثات بدستور جاری ہیں آج دو آدمی ہلاک اور بہت سے مجروح ہوئے

بخارسٹ ۱۶ جولائی۔ رومانیہ اور زیکو سلاویکیا کے مابین معاہدہ ہوا ہے کہ وہ دونوں ممالک کی ریلوں میں توسیع کر کے ان کو باہم ملا دیں۔ تاکہ جنگ کے دنوں میں فوجوں کی نقل و حرکت اور سامان جنگ کی ترسیل میں کسی قسم کی دقت باقی نہ رہے۔ ریلوں کی تعمیر فوراً شروع کر دی جائیگی زیکو سلاویکیا اس مقصد کے لئے رومانیہ کو قرض بھی دے رہا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس فیصلہ میں یورپ کی موجودہ صورت حالات کے پیش نظر عجلت سے کام لیا گیا ہے

لاہور ۱۶ جولائی۔ آج عدالت عالیہ لاہور میں آنریبل مسٹر ڈگلس ینگ چیف جسٹس اور مسٹر جسٹس دین محمد کے اجلاس میں لالہ ہرکشن لال کو مالک بیان دینے کے لئے پیش کیا گیا۔ لیکن انہوں نے بیان دینے سے انکار کر دیا۔ جس پر چیف جسٹس نے سرسری سماعت کے بعد توہین عدالت کے الزام میں تین ماہ کی سزا دی اور حکم دیا کہ پہلی سزا ختم ہونے کے بعد یہ سزا شروع ہوگی۔ لالہ ہرکشن لال نے کہا۔ کہ موت کے بعد ہی تین ماہ قید کی سزا شروع ہوگی۔ کیونکہ پہلی سزا اس وقت ختم ہوگی۔ جب میں معافی مانگنے کے لئے تیار ہونگا۔ چونکہ میں معافی نہیں مانگ سکتا۔ لہذا یہ سزا موت کے بعد شروع ہوگی۔

لاہور ۱۶ جولائی۔ آج پیپلز بنک کے قضیہ کے سلسلہ میں روپیہ غبن کرنے اور سازش کر کے بنک کو لوٹنے کے الزام میں لالہ رگھو ناتھ سہائے کو گرفتار کر لیا گیا۔ اس سلسلے میں یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ سردیا کشن کول اور دیگر بہت سے ملزمین کے وارنٹ گرفتاری نکل چکے ہیں۔

الہ آباد ۱۶ جولائی ایک مقام سے جو جہاں سے ۷ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ ایک کشتی جس میں ۲۴ اشخاص سوار تھے الٹ گئی۔ جس سے تمام مسافر ڈوب گئے۔

شملہ ۱۶ جولائی۔ کوئٹہ چھاؤنی کی جدید تعمیر اندازاً تین سال میں ختم ہوگی۔

نیویارک ۱۶ جولائی اس خبر میں کوئی صداقت نہیں کہ برطانیہ بحری مرکز کو مالٹے سے کسی اور جگہ تبدیل کرنے والا ہے۔ اس کے برعکس برطانیہ کا ارادہ ہے کہ مالٹ کو زیادہ مستحکم کرنے کے عملی ذرائع اختیار کئے جائیں۔

لنڈن ۱۶ جولائی جنگ کے ایام میں آبناؤں کے استعمال کے متعلق برطانیہ کے مسودہ معاہدہ کی روسی ترمیم جو مانٹریو میں پیش کی گئی تھی۔ دردانیال کانفرنس میں کسی مخالفت کے بغیر منظور ہو گئی۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ اصلاح منظور کر لیا گیا ہے۔ کہ آبناؤں کو متحارب جنگی جہازوں کے لئے بند کر دیا جائے۔ سوائے ان جہازوں کے کہ جو لیگ کے معاہدہ کے ماتحت فرائض سرانجام دے رہے ہوں۔ یا بعض حالات میں ایسے معاہدات سے متعلق ہوں۔ جن میں ترکیہ شامل ہے۔

شملہ ۱۶ جولائی۔ آج زراعتی تحقیقات کی شاہی کونسل کی مجلس مشاورت کا اجلاس ہوا۔ جس میں ہز ایکسی لینسی نے تقریر کی اور کہا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس غرض کے لئے اس کونسل کا قیام عمل میں آیا تھا۔ گذشتہ سات سال کے تجربات نے اس کا موزوں ہونا ظاہر کر دیا ہے۔

ادیس آبابا (بذریعہ ڈاک) تخت حبشہ کا ایک اور وارث جو اپنے لئے عوام کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے ساعی ہے مینیلیک ثالث ہے۔ یہ حبشہ کے ایک سابقہ بادشاہ کا پوتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ اگرچہ میں تمام آبادی کا اعتماد حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکوں گا۔ پھر بھی حبشہ کی آزادی کے لئے ہمسایہ مسلم ممالک کی حمایت حاصل کر سکونگا۔

لاہور ۱۶ جولائی۔ معلوم ہوا ہے پنجاب کے سکھ لیڈر رسمی وزیر ہند اور وزیر اعظم برطانیہ کو فرقہ وار فیصلہ کے خلاف میموریل بھیجنے کے لئے غور کر رہے ہیں۔

روما ۱۶ جولائی۔ کل پچاس ہزار اشخاص کے ایک مجمع میں تقریر کرتے ہوئے مسولینی نے کہا جن قوموں نے ہمارے خلاف تعزیرات کا نفاذ کیا تھا۔ وہ آج صلح کا سفید جھنڈا لہرانے پر مجبور ہو گئی ہیں۔ مزید کہا۔ ہماری عظیم الشان فتح کا تمام تر فائدہ دوسری نسل کے افراد کو پہنچے گا۔ اور وہ اس امر کے لئے مستحق تبریک ہیں۔

نیویارک ۱۶ جولائی۔ مسٹر دھان گوپال مکرجی جنہوں نے تصنیف "مدر انڈیا" کے جواب میں ایک کتاب "سن آف مدر انڈیا سپیکس" لکھی تھی آج اپنے کمرہ میں مردہ پایا گیا۔ اس کے گلے میں پھندا پڑا تھا۔

امرت سر ۱۶ جولائی۔ حکومت ہند کے اس جواب سے کہ افغانستان کے اندرونی معاملات میں حکومت ہند کو کسی قسم کی مداخلت کا حق حاصل نہیں۔ امرت سر کے سکھ لیڈر افغانستان میں جتھے بھیجنے کی تجویز کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں فیصلہ کرنے کے لئے عنقریب شرومنی اکالی دل کا اجلاس طلب کیا جا رہا ہے۔

امرت سر ۱۶ جولائی۔ گیہوں حاضر ۲ روپے ۸ آنے ۹ پائی۔ نخود حاضر ۲ روپے ۱ آنہ ۹ پائی۔ سونا دیسی ۳۵ روپے ۲ اور چاندی دیسی ۹۴ روپے ۶ آنے ہے

شیخوپورہ ۱۶ جولائی۔ شدت بارش کے باعث ضلع شیخوپورہ کے ۱۶ گاؤں زیر آب ہو گئے ہیں۔ فصلوں کو بھاری نقصان ہوا ہے۔

دھرم سالہ جانے کیلئے رعائتیں

اس وقت لاہور۔ امرتسر۔ جالندھر شہر۔ جالندھر چھاؤنی۔ بٹالہ۔ گورداسپور۔ فیروزپور چھاؤنی اور ملتان چھاؤنی سے دھرم سالہ (کوتوالی بازار) تک اور واپسی براستہ کانگڑہ درمیانہ اور سوم درجہ کے واپسی ریل اور سڑک کے ٹکٹ جاری کئے جا رہے ہیں۔

یہ ٹکٹ تاریخ اجراء سے لیکر اڑھائی ماہ تک واپسی سفر ختم کرنے کے بنے کام آسکیں گے۔ بارہ سال سے کم عمر بچوں کے لئے خاص شرحیں ہیں۔

مزید تفصیلات ایجنٹ صاحب نارتھ ویسٹرن ریلوے لاہور کو درخواست کرنے پر حاصل کی جا سکتی ہیں۔

مطبع: بھائی عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپایا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر غلام نبی